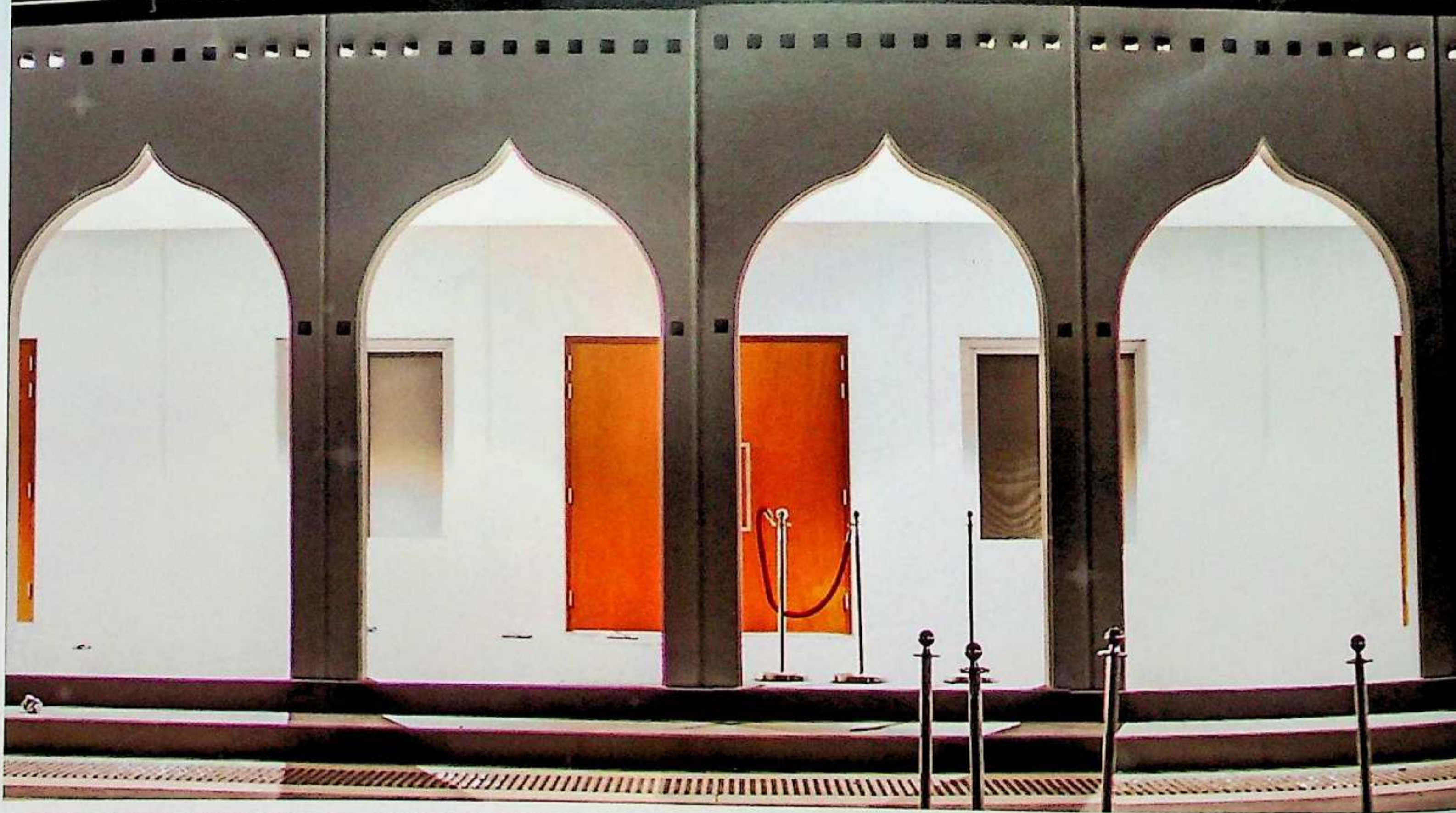
مجلس انصار اللہ یو کے کا علمی، تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

نبوت - فتح 1392 ہش   جلد 10 نمبر 6   نومبر - دسمبر 2013ء



Baitul Huda Mosque Australia

Tree planation by Ansarullah, UK 2013

﴿بسم الله الرحمٰن الرحیم نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریمؐ وعلیٰ عبده المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 10 نمبر 6 نومبر و دسمبر 2013ء

فہرست مضامین

= درس القرآن 2
= حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم 2
= امام الکلام، کلام الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام 3
= فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ 4
= ذکر الٰہی...... اطمینان قلب کا ذریعہ 5
= خدائی تصرف 9
= اصحاب احمدؑ کی مالی قربانیاں 11
= حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیت دعا کا زندہ نشان 15
= وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً 17
= بیوی سے حسن سلوک کا عملی نمونہ + رپورٹ شجرکاری پروگرام 22
= انصار ڈائجسٹ 23
(کتب ''حرف عاجزانہ'' اور ''یادوں کے جگنو'' پر تبصرہ)

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔
نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات
اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں
اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF
e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

درس القرآن

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۔ (سورۃالتوبۃ:18)

ترجمہ: اللہ کی مساجد تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھائے۔ پس قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کئے جائیں۔

مسجد کی ایک اپنی اہمیت ہے۔ مسجد کے مناروں اور گنبد اور عمارت کا ایک الگ اثر افرادِ جماعت پر بھی اور اردگرد کے ماحول پر بھی اور غیروں پر بھی ہوتا ہے۔ اسلام کے تعارف کے نئے نئے راستے کھلتے ہیں۔ تبلیغ کے لئے نئے رابطے پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مساجد کی تعمیر کی طرف بہت توجہ دلائی ہے کہ اس طرح جہاں جماعت کی اکائی قائم ہو گی وہاں تبلیغ میں بھی وسعت پیدا ہو گی۔ بیشک آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چاہے غریبانہ سی، چھوٹی سی مسجد ہو، لیکن یہ مسجد بنانا ضروری ہے۔ اس لئے شاید بعض ذہنوں میں خیال آئے کہ ہم اتنی بڑی مسجد یا مساجد کیوں بناتے ہیں؟ کیونکہ چھوٹی مساجد ہوں تو اس رقم میں زیادہ مسجدیں بن سکتی ہیں۔ لیکن ایک بنیادی اصول اگر ہم اپنے مدّنظر رکھیں تو شاید یہ سوال نہ اُبھرے۔ اور وہ ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے جو تبلیغ کے راستے کھول رہا ہے وہ بھی ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہماری جگہیں بھی وسیع ہونی چاہئیں۔ پھر ہماری جگہوں میں وسعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کے تحت بھی ضروری ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا ہے کہ "وَسِّعْ مَكَانَكَ" کہ تُو اپنے مکان کو وسیع کر۔ مکانیت کی وسعت صرف گھروں میں مہمان ٹھہرانے کے لئے نہیں ہے۔ لوگوں کے آنے کی وجہ سے، جلسہ کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ مساجد کی وسعت کے لئے بھی یہ ضروری ہے، یہ الہام ہے۔ اور مساجد کی وسعت بھی اسی زمرہ میں آتی ہیں۔ پھر اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کہہ کر مخاطب فرمایا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی۔ خدا تعالیٰ کے سب سے پہلے گھر کو توحید کے قیام کے لئے دوبارہ اُس کی بنیادوں پر استوار کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہوئی اور روحانی لحاظ سے خانہ کعبہ کی تعمیر کے مقاصد کو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی پورا ہونا ہے۔ مساجد جو اُن مقاصد کو پورا کرنے کے لئے تعمیر کی جاتی ہیں کہ خدائے واحد کی عبادت کے لئے لوگ جمع ہوں۔ اس لحاظ سے بھی ہمیں مساجد کی تعمیر کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 17 مئی 2013ء سے انتخاب)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف موضوعات پر نہایت پُر معارف ارشادات میں سے ایک انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ان احادیث کو پڑھنے کے بعد ہم ان پر غور کریں اور ان ارشادات پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

۞ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیاں تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اس میں کچھ اضافہ کروایا اور لکڑیوں کے ستون دوبارہ لگوائے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اس میں اضافہ کیا اور اس کی دیوار کو نقش دار پتھروں اور گچ سے بنایا اور اس کے ستون نقش دار پتھروں سے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے بنوائی۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فی بنیان المسجد حدیث نمبر:427)

۞ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تین شخص ہیں جن کا میں قیامت کے دن دشمن ہوں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر عہد کیا پھر اس نے دغا کیا۔ اور ایک وہ شخص جس نے آزاد شخص کو پکڑ کر بیچ دیا اور اس کا مول کھایا۔ اور ایک وہ شخص جس نے ایک مزدور رکھا اور اس سے اس نے پورا کام لیا اور اس کو اس کی مزدوری نہ دی۔

(صحیح بخاری کتاب الاجارہ باب اثم من منع اجر الاجیر حدیث نمبر 2109)

۞ حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن بلند آواز سے پڑھنے والا اعلانیہ صدقہ دینے والے کی طرح اور قرآن کی مخفی تلاوت کرنے والا خفیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔

(جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن باب من قرء حرفاً حدیث نمبر 2843)

۞ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ بھائی دوسرے پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اسے رُسوا کرتا ہے۔ اور اسے حقیر نہیں جانتا۔ کسی انسان کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی تحقیر کرے۔

(صحیح مسلم کتاب البر و الصلة باب تحریم ظلم المسلم حدیث نمبر 4650)

۞ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزے ڈھال ہیں۔ سو کوئی شخص فحش بات نہ کرے اور نہ جہالت کی بات۔ اور اگر کوئی آدمی اس سے لڑے یا گالی دے تو چاہئے کہ اس سے دو بار کہے کہ مَیں روزہ دار ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب فَضْلُ الصَّوْم۔ حدیث نمبر1763)

۞ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی خوبصورتی نہیں دیکھتا اور نہ تمہاری صورتیں دیکھتا ہے۔ اس کی نظر تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال پر ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر و الصله باب تحریم ظلم المسلم حدیث نمبر 4651)

امام الکلام، کلام الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے شمار پُر معرفت ارشادات میں سے چند ایک کا انتخاب ذیل میں پیش ہے۔

☆ حضور علیہ السلام احمدیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''چونکہ خدا کے قانون میں یہی انتظام مقرر ہے کہ رحمت خاصہ اُنہیں کے شاملِ حال ہوتی ہے کہ جو رحمت کے طریق کو یعنی دعا اور توحید کو اختیار کرتے ہیں۔ اس باعث سے جو لوگ اِس طریق کو چھوڑ دیتے ہیں وہ طرح طرح کی آفات میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ۔ (الفرقان:78) فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:98) یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا تمہاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم دعا نہ کرو اور اُس کے فیضان کے خواہاں نہ ہو۔ خدا کو تو کسی کی زندگی اور وجود کی حاجت نہیں۔ وہ تو بے نیازِ مطلق ہے''۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 564-563 حاشیہ نمبر 11)

''نماز اصل میں دعا ہی ہے..... اگر (انسان کا) نماز میں دل نہ لگے تو پھر عذاب کے لئے تیار رہے۔ کیونکہ جو شخص دعا نہیں کرتا وہ گویا خود ہلاکت کے نزدیک جاتا ہے''۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 54 مطبوعہ ربوہ)

....

مخالفین کے ذکر پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر تزکیۂ نفس اور اتباع سنت ان میں ہوتا تو اس قدر اختلاف اور جھگڑا کیوں ہوتا۔ کوئی حرج اسلام کا بھی نہ ہوتا۔ مگر اب تو عام طور پر ہر شخص جانتا ہے کہ ان لوگوں کی حالت کیسی ہوگئی ہے۔ آزمائش کے لیے دو چار مولوی لے آؤ۔ پھر دیکھ لو کہ کیا ہوتا ہے۔ ہم ایک بات کہیں گے قطع نظر اس کے کہ وہ اس پر غور کریں فوراً اس کی تردید پر آمادہ ہو جائیں گے۔ مَیں افسوس سے کہتا ہوں کہ جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہودیوں کی سی حالت ہو جاوے گی۔ وہی حالت ہو چکی ہے۔ مجھے اس امر سے بہت محبت اور خواہش تھی اور ہے کہ کوئی ان میں درندگی چھوڑ کر انسانیت سے ہم پر اعتراض کرے اور اس کا جواب غور سے سنے۔ میں اس بات پر بھی رضا مند اور خوش تھا کہ یہاں آ کر ہمارے پاس رہتے۔ ہم ہر طرح سے ان کی خاطرداری اور تواضع کرتے۔ وہ ٹھنڈے دل سے اپنے اعتراض پیش کرتے اور سعید الفطرت لوگوں کی طرح جواب سنتے۔ پھر جو اعتراض رہتا یا جو اس جواب پر ہوتا پیش کرتے۔ مگر انہوں نے اس طریق کو بالکل چھوڑ دیا اور عمداً حق پوشی کی ہے۔ وہ چاہتے نہیں کہ ان کی آنکھ کھلے اور حق ظاہر ہو۔ اگرچہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ یہ ارادہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا صریح مخالف ہے۔ کونسی گالی ہے جو انہوں نے ہم کو نہیں دی اور کونسا نام ہے جو انہوں نے ہمارا نہیں رکھا''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 452۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

....

☆ **اپنے سچے ہونے پر کامل یقین اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ احمدیت کی کامل فتح کا بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:**

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ مَیں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دُور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کی تحتِ اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لیے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔ اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں؟ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں؟''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 303)

....

فرمودات حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"یہ مَردوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کی اصلاح کی طرف توجہ دیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اور عورتوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ مَردوں کی اصلاح کی کوشش کریں تا کہ اپنی اگلی نسل کو یورپ کے لغو ماحول کی دلدل میں ڈوبنے سے بچا سکیں۔ نام نہاد آزادی سے اپنی نسلوں کو بچا سکیں۔ اگر آج اس طرف توجہ نہ دی تو پھر بعد میں ہاتھ ملنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بچوں کو گھروں میں وہ ماحول دیں جس سے بچے ماں باپ کے پاس زیادہ وقت گزارنے والے ہوں۔ اس بارے میں کئی دفعہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں لیکن اس طرف کئی گھر پوری طرح توجہ نہیں دیتے۔ ماں باپ اس بات پر خوش نہ ہو جائیں کہ ہم ان یورپین ممالک میں آ گئے ہیں، یہاں ہمارے معاشی حالات پہلے سے بہتر ہو گئے ہیں اور ہمارے بچوں کو بھی بہتر تعلیمی ماحول میسر ہے۔

یاد رکھیں کہ...... آپ کے بڑوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل اس لئے ہوئے کہ انہوں نے اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کرنے والا بنانے کی کوشش کی اور بنا کر دکھایا۔ اور حتی الوسع یہ حق ادا کرتے چلے گئے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے اموال و نفوس میں برکت ڈالی۔ آپ لوگوں پر...... یہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں، مالی کشائش ہے یہ آپ کے کسی کمال کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اپنے اُن بندوں پر فضل کی وجہ سے ہے جن کی دعائیں اللہ تعالیٰ نے سنیں اور جس کا فیض اُن کی نسلیں یا آپ پا رہے ہیں۔ اگر ان فضلوں کو جاری رکھنا ہے تو اپنا تعلق بھی اُس زندہ خدا سے جوڑنا ہوگا جو زندگی دینے والا، زندگی بخش ہے اور روحانی اور مادی نعمتوں کو عطا کرنے والا ہے۔

پس ان فضلوں کو جو آپ پر ہوئے، تمام مَردوں اور عورتوں کو شکر کے جذبات سے پُر کرنے والا ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے آگے مزید جھکنے والا بنانا چاہئے اور یہی چیز پھر اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق آپ کو اُس کے فضلوں کو مزید حاصل کرنے والا بنائے گی اور بناتی چلی جائے گی، جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ۔ (ابراہیم:8) یعنی اگر تم شکر گزار بنے تو میں تمہیں اَور بھی زیادہ دوں گا۔ پس یہ بہتر حالات آپ لوگوں کو مزید شکر گزار بنانے والے ہوں۔ اس کشائش کی وجہ سے آپ شکر گزار بنتے ہوئے دنیاوی جھمیلوں میں پڑنے والے نہ ہوں۔ ایک دوسرے کی ٹوہ میں رہ کر ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے والے نہ ہوں۔ دنیاوی آسائشوں کی وجہ سے اپنے بچوں کی تربیت سے غافل نہ ہو جائیں۔ اُن کو دینی تعلیم دینے سے غافل نہ ہو جائیں۔ اپنی نمازوں کی حفاظت اور اپنے بچوں کی نمازوں کی حفاظت سے غافل نہ ہو جائیں کہ وہ ایک ثانوی حیثیت بن جائیں۔ کیونکہ اگر یہ صورتحال ہوئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے جن فضلوں کو آپ پر نازل فرمایا ہے اُن کو واپس لینے کی بھی طاقت رکھتا ہے۔ پس ہمیشہ اُس کی پناہ میں رہتے ہوئے اُس کے فضلوں کو جذب کرنے والا بنیں"۔

(جلسہ سالانہ بیلجیم 4/جون 2006ء کے موقعہ پر خطاب)

عہدیدار کی پہلی ذمہ داری...... حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک اہم ارشاد

"میں ایک آپ جیسا ہی معمولی انسان تھا اور ہوں۔ بڑا ہی کمزور بڑا ہی بے مایہ! لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا تو اسی وقت ایک سیکنڈ کے اندر اس نے میرے دل کی حالت بالکل بدل دی۔ کئی تھے جن سے شکوے بھی تھے۔ رنجشیں بھی تھیں، جن سے اپنے خیال میں دکھ بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ لیکن یہ سب چیزیں ایک سیکنڈ کے اندر بلکہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے اندر غائب ہو گئیں اور سوائے محبت کے اور کچھ نہیں رہا۔

یہی حال ہر عہدیدار کا ہونا چاہئے۔ اگر آپ خدا کے ان پیارے بندوں کو انتہائی محبت نہیں دے سکتے تو آپ عہدیدار رہنے کے قابل ہی نہیں۔ کسی شخص کے دل میں یہ وہم بھی پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ کوئی عہدیدار اس سے پیار نہیں کرتا، اس سے ہمدردی نہیں رکھتا، اس کی غمخواری نہیں کرتا، وقت پر اس کے کام نہیں آئے گا۔

ہر عہدیدار کی پہلی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ اپنی تکلیف بھول جائے اور اپنے بھائیوں کی تکلیف کا اسے خیال رہے۔ اگر یہ کیفیت ہو تو پھر وہاں بشاشت کے نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جہاں عہدیدار ڈھونڈ ڈھونڈ کر یہ کام کریں کہ کسی کو دوائی کی ضرورت ہے وہ دوائی پہنچائی جائے، کسی کی بیماری کے نتیجہ میں اس کے بعض کام رُکے ہوئے ہیں وہ کام کر دیئے جائیں، کسی کو مالی تکلیف ہے اسے اس تکلیف سے نکالا جائے۔......" (خطبہ جمعہ 25 نومبر 1966ء بحوالہ خطبات ناصر جلد اول صفحہ 508)

ذکرِ الٰہی ...... اطمینان قلب کا ذریعہ

(مکرم جمیل الرحمٰن رفیق صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کی جلسہ سالانہ برطانیہ 2013ء کے موقع پر کی گئی تقریر)

وَيَقُولُ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ۔ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللّهِ أَلاَ بِذِكْرِ اللّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ (الرعد29-13:28)

اور جن لوگوں نے انکار کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اتارا گیا۔ تو کہہ اللہ جسے چاہتا ہے ہلاک کر دیتا ہے اور جو (اس کی طرف) مائل ہو اسکی اپنی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یعنی ان کی جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہوں۔ سنو کہ اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

انسان کی نفسیات ہے کہ پیارے اور محبوب کی یاد سے دل مسرور ہوتا اور تسلی پاتا ہے۔ اور محبوب حقیقی تو ایک ہی ہے یعنی اللہ۔ سو اس کی یاد سے اطمینان قلب ہونا ایک دائمی صداقت ہے۔

عربی میں کہتے ہیں الذکر من القول: الصلب المتین (المنجد)۔ یعنی کسی قول کے بارے میں اگر کہا جائے کہ یہ قول ذکر ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ قول پختہ اور مضبوط ہے۔ ان معنوں کے لحاظ سے ذکرِ الٰھی میں بندہ جن صفات الٰھیہ کا ذکر کرتا ہے، وہ صفات مضبوط اور ٹھوس حقیقت ہوتی ہیں اور مومن ان پر پختہ یقین اور ان کا عرفان رکھتا ہے۔ مثلاً جب سبحان اللّٰہ کہتا ہے یعنی اللہ ہر قسم کی کمزوری سے کلیۃً پاک ہے تو وہ دل کی گہرائیوں سے اس حقیقت کا قائل ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس بات کا بھی کہ صرف خدا ہی کی ذات ہے جو حقیقی معنوں میں ہر کمزوری اور عیب سے پاک ہے۔ اور دل ہی دل میں اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتا ہے۔ اور زبان سے کہے یا نہ کہے مگر سبحان اللّٰہ کہتے وقت اس کی تمنا ہوتی ہے کہ خدا اس کی کمزوریاں اور عیوب بھی دور فرمائے۔ اور بعض اوقات کوئی تمنا بھی نہیں ہوتی، صرف ذکرِ الٰہی ہی مقصود ہوتا ہے۔ بہر حال جب پورے انہماک سے اور جذب سے وہ سبحان اللّٰہ کہتا ہے تو اس کے دل میں تسلی اور اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

الذکر کا اشتقاق الذکر من المطر سے بھی ہو سکتا ہے یعنی الوابل الشدید (المنجد) یعنی موسلا دھار بارش جو جل تھل کر دے۔ اس لحاظ سے ذکر الٰھی موسلا دھار روحانی بارش ہے جو مومن کو روحانی سیرابی عطا کرتی ہے۔ جس سے اس کے قلب کے غنچے کھلتے ہیں اور دل اطمینان اور تسلی سے فیضیاب ہوتا ہے۔

ذَکَرَ اللّٰہَ کا معنی ہے سبّحہ ومجّدہ (المنجد) یعنی خدا کی تسبیح اور تمجید کی۔ تسبیح کا مطلب ہے خدا تعالیٰ کے کلیۃً بے عیب ہونے کا ذکر اور تمجید کا معنی ہے خدا تعالیٰ کی عظمتِ کلّی کا بیان۔ گویا ذکرِ الٰہی سے مراد ہے اللہ تعالیٰ سے تمام منفی صفات کی نفی اور اس میں تمام مثبت صفات پائے جانے کا دل کی گہرائیوں سے اقرار کرنا۔ اور زبان سے بھی اس کا اظہار کرنا۔ جب خدا کا بندہ محبت الٰہی میں سرشار ہو کر انہماک سے ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو اس کا دل مسرور ہوتا ہے اور اسے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس ذکر کے نتیجے میں اپنے عیوب بھی دور فرماتا اور اسے صفات حسنہ کا حسب ظرف وارث بناتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ذکر کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔ سب سے اول صلاۃ ہے۔ یعنی نماز۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: انّنی أنا اللّٰہ لا إلٰہ الّا أنا فاعبدنی و أقم الصلٰوۃ لذکری (طٰہٰ 20:15) یعنی میں یقیناً اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میری ہی عبادت کر۔ اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کر۔ اس آیت میں نماز کو ذکرِ الٰہی کہا گیا ہے۔ نماز نہایت اعلیٰ درجے کا ذکرِ الٰہی ہے جو متعدد حالتوں پر مشتمل ہے۔ کبھی مومن کھڑے ہو کر ذکرِ الٰہی کرتا ہے اور کبھی رکوع کی حالت میں۔ کبھی سجدے میں ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو کبھی بیٹھ کر۔ نماز پوری توجہ کے ساتھ ادا کی جائے تو دل تسلی اور اطمینان سے لبریز ہو جاتا ہے۔ پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''نماز سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں۔ کیونکہ اس میں حمدِ الٰہی ہے۔ استغفار ہے۔ اور درود شریف۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے۔ اور اس سے ہر قسم کے غم وہم دور ہو جاتے ہیں اور مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور اسی لئے فرمایا ہے: ألا بذکر اللّٰہ تطمئنّ القلوب۔ اطمینان اور سکینت قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں۔'' (ملفوظات جلد3۔ طبع جدید صفحہ 311)

اگر نماز میں بے ذوقی کی حالت ہو تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے یہ دعا کرے:

''اے اللہ تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا ہوں، اور میں اس وقت بالکل مردہ حالت میں ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو میں تیری طرف آجاؤں گا۔ اُس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا۔ لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے۔ تو ایسا شعلہ نور اس پر نازل کر کہ تیرا انس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے۔ تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اٹھوں۔ اور اندھوں میں نہ جاملوں۔ جب اس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا تو وہ دیکھے گا کہ ایک وقت اس پر ایسا آئے گا کہ اس بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی جو رقت پیدا کر دے گی۔'' (ملفوظات جلد2 صفحہ 615)

نماز میں توجہ قائم رکھنے کے لئے شدید محنت کی ضرورت ہے۔ اکثر اوقات

انسان کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے جس کی طرف توجہ نماز میں ہو جاتی ہے۔اس کا علاج یہ ہے کہ نماز میں اپنی کوئی مشکل یا پریشانی یا کوئی اہم کام یاد آجانے پر فوراً اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دے۔اس طرح وہ پریشانی نماز میں خلل پیدا کرنے کی بجائے دعا کا رنگ اختیار کر جائے گی۔اور اس کے دور ہونے کے لئے دعا توجہ سے ہو گی۔اور اضطراب سے کی گئی دعا قبولیت کے بہت قریب ہوتی ہے۔اس طرح دل کو تسکین اور اطمینان نصیب ہو گا۔حضرت عمرؓ کے بارے میں بخاری کتاب التہجد میں آتا ہے: قال عمر اِنّی لأجهّز جیشی وأنا فی الصلوٰة کہ میں اپنے لشکر کو تیار کرتا ہوں جب کہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔وہ جنگوں کا زمانہ تھا۔بجائے اس کے کہ نماز میں جنگ کا خیال آ کر نماز میں مخلّ ہو، اسے خدا کے حضور پیش کر کے نماز کا حصہ بنا دیا جاتا۔اور دعا کے ذریعے جنگ کی جو پلاننگ کی جاتی اس میں برکت پڑتی۔

دوسرا طریق ذکرِ الٰہی کا قرآن کریم کی تلاوت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انّا نحن نزلنا الذکر وانّا له لحافظون (الحجر15:10) کہ ہم نے یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔یہاں قرآن کریم کو ذکر قرار دیا گیا ہے۔سورۃ الانبیاء میں قرآن کریم کے بارہ میں فرماتا ہے: وھذا ذکر مبارک أنزلناه (الانبیاء21:51) کہ یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔قرآن کریم کی تلاوت عظیم الشان ذکرِ الٰہی ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: من قرأ حرفًا من کتاب اللّٰه فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها لا أقول الم حرف ولکن الف حرف ولام حرف ومیم حرف (ترمذی ابواب فضائل القرآن) کہ جو کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھے گا اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی۔اور ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر ہو گا۔میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے۔بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔گویا صرف الم پڑھنے سے اس کے نامہ اعمال میں تین نیکیاں لکھی گئیں اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے لہٰذا ان تین نیکیوں کا ثواب تیس گنا ملے گا۔یہاں یہ امر مدِ نظر رہے کہ پڑھنے سے مراد پوری توجہ سے پڑھنا ہے، محبت الٰہی میں سرشار ہو کر پڑھنا ہے، اور عمل کرنے کی نیت سے پڑھنا ہے۔ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر فرمایا جس نے میری طرح وضو کیا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔پھر فرمایا: ولا تغترّوا (ابن ماجہ کتاب الطہارة) یعنی میری اس بات سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا کہ اس طرح وضو کے اعضاء پر پانی گزارنے سے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، بلکہ اس کا مطلب ہے کہ اطاعت کے جذبے سے سرشار ہو کر اس طرح وضو کرو گے کہ ہر عضو کو دھوتے وقت یہ پختہ عہد کرو گے کہ جس طرح میں نے یہ عضو پانی سے دھو کر ظاہری طور پر پاک صاف کر دیا ہے اسی طرح میں اس عضو کو ہر قسم کے نامناسب کاموں سے بچا کر پاک وصاف رکھوں گا، تب وضو سے پچھلے گناہ معاف ہوں گے۔

بہر حال قرآن کریم کی تلاوت دلی محبت کے ساتھ، توجہ اور غور سے، اس پر عمل کی نیت سے کی جائے تو یہ بھی عظیم ذکر ہے۔نہ صرف خود تلاوت کرنا بلکہ دوسروں سے سننا بھی بہت بابرکت ہے۔تلا علیہ کا معنٰی تلاوت کر کے دوسروں کو سنانا ہے۔ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا مجھے قرآن سناؤ۔انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا میں حضور کو قرآن سناؤں جب کہ حضورؐ پر ہی قرآن نازل ہوا ہے۔فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ کسی اور سے قرآن سنوں۔چنانچہ انہوں نے سورۃ النساء کی ابتداء سے لیکر فکیف اذا جئنا من کل أمةٍ بشھید وجئنا بک علٰی ھؤلاءِ شھیدًا تک سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے۔(صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن وما یتعلق بہ. باب فضل استماع القرآن وطلب القراءة من حفظه)

قرآن کریم ایسا ذکر ہے کہ اسے سن کر انسان کی کایا پلٹ سکتی ہے۔تذکرۃ الاولیاء میں ڈاکوؤں کے ایک سردار کا حال لکھا ہے کہ وہ اپنے گروہ کے ساتھ جنگل میں رہتا اور ادھر سے گزرنے والے قافلوں کو لوٹا کرتا۔ایک دفعہ رات کے وقت ایک قافلے کو لوٹنے کے لئے یہ ڈاکو گئے تو اُس قافلے میں ایک شخص قرآن کریم کی تلاوت کرتا جا رہا تھا۔اور اس وقت وہ یہ آیت تلاوت کر رہا تھا: ألم یأنِ للذین آمنوا أن تخشع قلوبھم لذکر اللّٰه (الحدید57:17) کہ کیا مومنوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر پر عاجزی اختیار کریں۔یہ سنتے ہی ڈاکوؤں کا سردار کانپ گیا۔اس کی حالت یکسر بدل گئی، اس کی توبہ کا وقت آ چکا تھا۔اس نامی ڈاکو نے جس کا نام سن کر لوگ ڈر جاتے تھے اسی وقت قافلے والوں کو پکار کر کہا بے خوف وخطر چلے جاؤ، آج فضیل ڈاکو نے توبہ کر لی ہے۔یہ سردار وہی فضیل بن عیاض ہیں جن کا نام اولیاء اللہ میں شمار ہوتا ہے۔تو قرآن کریم سننا بھی اطمینانِ قلب کا عظیم ذریعہ ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت اُس وقت صحیح معنوں میں ذکرِ الٰہی شمار ہو گی اور سکینت قلب کا باعث، جب تلاوت کا حق ادا کیا جائے گا۔فرماتا ہے: الذین آتیناھم الکتاب یتلونه حقّ تلاوته (البقرة2:122) یعنی جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کا حق ہے۔یعنی بڑی کثرت سے تلاوت کرتے ہیں، روزانہ کرتے ہیں، باقاعدگی سے کرتے ہیں۔تلا کا ایک معنٰی اِتباع یعنی پیروی کرنا بھی ہے۔پس حقیقی تلاوت میں قرآن کریم کے احکام کی پیروی کرنا، ان پر عمل کرنا بھی شامل ہے۔پھر تلا کے ایک معنی طاف و استدارَ بھی ہے یعنی طواف کرنا، چکر لگانا۔اس لحاظ سے تلاوت قرآن کا مطلب ہو گا قرآن کا طواف کرنا، اس کے گرد گھومنا، جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

یہ گھومنا محبت کی وجہ سے ہے۔تلاوت کے یہ سارے تقاضے پورے کئے جائیں تو یہ عظیم ذکر بن جائے گا اور تسکین قلب کا عظیم الشان ذریعہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللّٰه یتلون کتاب اللّٰه ویتدارسونه بینھم الا نزلت علیھم السکینة وغشیتھم الرحمة وحفتھم الملائکة وذکرھم اللّٰه فیمن عنده (مسلم کتاب الذکر والدعا۔باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر)۔یعنی جب بھی لوگ

اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کے درس تدریس کے لئے جمع ہوتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی اور فرشتے انہیں گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اور اللہ ان کا ذکر ان سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔

تیسری قسم کا ذکر اللہ تعالیٰ کی صفات کا کثرت کے ساتھ زبان سے بیان کرنا ہے۔ یہ ذکر نماز کے علاوہ ہے۔ فرماتا ہے: **فاذا قضیتم الصلوٰة فاذکروا اللہ قیامًا و قعودًا وعلیٰ جنوبکم** (النساء 4:104) کہ جب تم نماز ادا کر چکو تو ذکرِ الٰہی کرو۔ کھڑے ہونے کی حالت میں بھی، بیٹھنے کی حالت میں بھی اور لیٹے ہوئے بھی۔ "جب تم نماز ادا کر چکو" سے ظاہر ہے کہ اس جگہ ایسے ذکر کا بیان ہے جو نماز کے علاوہ ہے۔ **عن عائشةؓ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللّٰہ علی کل احیانہ** (ابن ماجہ کتاب الحیض باب ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابة وغیرھا) یعنی حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اوقات میں ذکرِ الٰہی کرتے تھے۔ یعنی چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، اور لیٹے ہوئے، ہر وقت و ہر آن۔ گویا ذکرِ الٰہی کی مثال جسمانی زندگی میں سانس لینے کی طرح ہے۔ جس طرح ہر وقت ہی سانس لیا جاتا ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں، اسی طرح روحانی زندگی میں ہر وقت ذکرِ الٰہی کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں جو دم غافل سو دم کافر۔ یہ روایت **ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابة وغیرھا** کے باب کے تحت بیان ہوئی ہے یعنی حالتِ جنابت میں بھی اور اس کے علاوہ بھی ہر حالت میں ذکرِ الٰہی کرنا۔ اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جسمانی زندگی میں تو سونے کی حالت میں بھی سانس جاری رہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو ذکرِ الٰہی کرتے کرتے سو جاتا ہے تو اس کی نیند کا سارا وقت ذکرِ الٰہی میں ہی شمار ہوتا ہے۔

حدیث کی کتاب "الطُّھور" جو پہلی دفعہ 1994ء میں طبع ہوئی، **ابو عبیدالقاسم بن سلام بن عبد اللہ الھروی البغدادی المتوفی 224ھجری** کی تالیف ہے۔ گویا یہ بخاری سے بھی پہلے کی ہے۔ یہ مخطوطہ تھا جسے اب پہلی بار شائع کیا گیا۔ اس کا ناشر مکتبة الصحابہ، جدہ ہے۔ اس کی روایت نمبر 69 یوں ہے:

عن ابی الورد بن حامد قال لعبد الرحمن السلمانی: ھل صحبتَ أحدًا من أصحاب رسول اللہﷺ تحدثنا عنه؟ قال: نعم، غیرَ واحدٍ قال: "ما من رجل یأوی الیٰ فراشه وھو طاھر، ثم نام وھو ذاکر الا کان فراشه مسجدا، والا کان فی صلاةٍ حتی یستیقظ" (باب فضل النوم علی طھارة وان کان لم یکن ھناك صلاة) یعنی ابو الورد بن حامد بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمٰن السلمانی سے کہا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کے ساتھ رہے ہیں کہ ہمیں ان سے کوئی روایت سنائیں۔ انہوں نے کہا: ہاں، ایک سے زیادہ صحابہ کے ساتھ رہا ہوں۔ پھر کہا (یعنی یہ روایت سنائی) کہ: جب کوئی شخص اپنے بستر پر پاک صاف ہونے کی حالت میں آئے (یا مراد ہے وضو کر کے آئے) اور وہ ذکرِ الٰہی کرتے کرتے سو جائے تو اس کا بستر مسجد ہے اور وہ نماز میں ہی ہے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔

اس روایت میں جو بیان کیا گیا ہے وہ ایک صداقت ہے اور تجربہ اس پر شاہد ہے۔ نیند میں نیم شعوری طور پر ایسا شخص ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ نیند کے دوران بیدار ہو جانے پر بعض اوقات وہ عملاً ذکرِ الٰہی کر رہا ہوتا ہے۔ اور کبھی یوں بھی ہوا کہ وہ نیند میں نماز پڑھ رہا تھا اور تشہد تک پہنچ چکا تھا اور بیدار ہونے پر وہ تشہد کے الفاظ ادا کر رہا تھا اور اس کی شہادت کی انگلی کھڑی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر ربه مثل الحی والمیت (بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ عزوجل) کہ اس کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔

ذکرِ الٰہی کی چوتھی قسم خدا تعالیٰ کی صفات لوگوں کے سامنے بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: **قل ھو اللہ أحد. اللہ الصمد. لم یلد ولم یولد. ولم یکن له کفوًا أحد** (سورة الاخلاص)۔ قُل، کہہ دے، اعلان کر دے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا، اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں۔ صفاتِ الٰہیہ کی تبلیغ ایک عظیم ذکرِ الٰہی ہے۔ اسلام کی دن رات تبلیغ کرنا ذکرِ الٰہی کی شاندار قسم ہے۔ اس کی تبلیغ زبان سے کرنا، لٹریچر تیار کرنا، مخالفین اسلام کے اعتراضات کا معقول مسکت جواب دینا، یہ سب ذکرِ الٰہی ہے جو ہر وقت اور ہر لحہ ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے ذریعے جاری وساری ہے۔ نماز بھی عظیم الشان ذکرِ الٰہی ہے مگر اس کے اوقات مقرر ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کے دفاع میں جو دندان شکن لٹریچر تحریر فرمایا ہے اور اسلام کی تبلیغ کے لئے اسلام کی خوبیوں پر جو کتب تصنیف فرمائی ہیں وہ عظیم ذکرِ الٰہی ہے۔ اللہ نے آپؑ کو الہاماً فرمایا: "تیری نمازوں سے تیرے کام افضل ہیں۔" (تذکرہ صفحہ 685) یعنی جو عظیم الشان خدمات تو اسلام کی تائید میں بجا لا رہا ہے وہ افضل ہیں۔

ان چاروں اقسام میں سے ذکرِ الٰہی کی ہر قسم اطمینان قلب کا عظیم ذریعہ ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ یہ ضمانت دیتا ہے کہ میرا ذکر کرنے والوں کو، حقیقی طور پر میرا ذکر کرنے والوں کو، ان حکموں پر عمل کرنے والوں کو میں اطمینان قلب دوں گا۔ دل کو چین اور سکون ملے گا۔ جیسا کہ فرمایا **ألا بذکر اللہ تطمئن القلوب** (الرعد:29) یعنی سمجھ لو کہ یادِ الٰہی سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں، اور یہ ذکر نمازوں کے علاوہ بھی ہونا چاہئے۔" (خطبات مسرور جلد نمبر 4 صفحہ 224)

ذکرِ الٰہی کی اہمیت اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **أتل ما أوحی الیک من الکتاب وأقم الصلوٰة انّ الصلوٰة تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ أکبر واللہ یعلم ما تصنعون** (العنکبوت 29:46)۔ کہ اس کتاب میں جو کچھ تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اسے پڑھ، اور نماز قائم کر۔ اور اللہ کی یاد یقیناً (سب کاموں سے) بڑی ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔ نیز فرماتا ہے: **فاذکرونی أذکرکم** (البقرہ 2:153) یعنی مجھے یاد کرو، میں بھی تمہیں یاد کروں گا۔ ذکرِ الٰہی کرنے والے بندے کو خدا بھی یاد رکھتا ہے۔ یعنی ضرورت کے وقت اس کی نصرت فرماتا ہے، پریشانی دور کر کے سکینت قلب عطا فرماتا ہے۔

پھرفرمایا: والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات أعد اللہ لھم مغفرۃ وأجرا عظیما (الاحزاب33:36) یعنی بہت ذکرِ الٰہی کرنے والے مَردوں اور بہت ذکرِالٰہی کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا سامان اور اجرعظیم تیار کر رکھا ہے۔

پھرفرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر و ذکر اللہ کثیرا (الاحزاب32:22) کہ تمہارے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت سے ملنے کی امید رکھتے ہیں اور بہت ذکرِالٰہی کرتے ہیں، اللہ کے رسول میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ کثرت سے ذکرِالٰہی کرنے والوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق ملتی ہے۔ نیز فرمایا: واذا لقیتم فئۃً فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون (الانفال8:46) یعنی جب تمہاری کسی لشکر سے مٹھ بھیڑ ہوجائے تو قدم جمائے رکھو اور بہت ذکرِالٰہی کروتا کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ اس آیت کی تفسیر صغیر میں حضرت مصلح موعودؓ نے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے: ''اللہ کو بہت یاد کرنے سے اس کی صفات دل میں روشن ہوتی ہیں اور ایمان اور جرأت میں زیادتی ہوتی ہے۔''

ذکرِالٰہی سے غفلت نہ برتنے کے بارے میں فرماتا ہے: واذکر ربک فی نفسک تضرعًا وخیفۃً ودون الجھر من القول ولا تکن من الغافلین (الاعراف7:206) یعنی تو اپنے دل میں اپنے رب کو تضرع اور خوف سے یاد کرتے رہا کر، اور دھیمی آواز سے صبح بھی اور شام بھی۔ اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ اس میں توجہ دلائی گئی ہے کہ ذکرِالٰہی سے غفلت نہیں برتنی۔ حضرت موسیٰ کو تاکید فرمائی کہ میرے ذکر سے غافل نہ ہونا: اذھب أنت وأخوک بآیاتی ولا تنیا فی ذکری. اذھبا الی فرعون انہ طغی (طٰہٰ20:43,44) کہ تو اور تیرا بھائی میرے نشان لے کر جاؤ اور میرے ذکر میں کوتاہی نہ کرنا۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔

پھرفرماتا ہے: یا ایھا الذین آمنوا لا تلھکم أموالکم ولا أولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فأولئک ھم الخسرون. (المنافقون 63:10) کہ اے مومنو، تمہیں تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ذکرِالٰہی سے غافل نہ کردیں۔ اور جو ایسا کریں تو یہی ہیں جو گھاٹا کھانے والے ہیں۔

ذکرِالٰہی سے اعراض کرنے والوں کے بارے میں فرماتا ہے: ومن أعرض عن ذکری فَانَّ لہ معیشۃً ضنکًا (طٰہٰ20:125) کہ جو میری یاد سے اعراض کرے گا یقیناً اس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ ذکرِالٰہی نہ کرنے والے کی روحانی تنگ دستی اور فقروفاقے کی زندگی ہے۔

پھرفرماتا ہے: ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیّض لہ شیطانًا فھو لہ قرین (الزخرف43:37) یعنی جو رحمٰن کے ذکر سے اعراض کرے ہم اس کے لئے شیطان مقرر کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ یعنی ذکرِالٰہی سے اعراض کرنے والا شیطان کا دوست ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے ذکر، قرآن کریم کا نام بھی ہے۔ لہٰذا اس آیت میں ذکرالرحمٰن سے اعراض کا مطلب قرآن سے اعراض بھی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''جو شخص قرآن کریم سے اعراض کرے، اور جو اس کے صریح مخالف ہے اس کی طرف مائل ہو، ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو ہر وقت اس کے دل میں وساوس ڈالتا ہے اور اس کے حق سے اس کو پھیرتا ہے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 4 صفحہ 157۔ الحق لدھیانہ صفحہ 35)

قرآن کریم میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ذکر کہا گیا ہے۔ فرماتا ہے: قد أنزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم آیات اللہ مبینات (الطلاق 65:11,12) یعنی اللہ نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا ہے یعنی رسول جو تم پر اللہ کی روشن کر دینے والی آیات پڑھتا ہے۔ پس من یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا کا یہ معنی بھی ہے کہ جو رسول ﷺ سے اعراض کرے، شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ یہاں ذکرِ اللہ یا ذکرِ الرّب وغیرہ کی بجائے ذکرِ الرحمٰن کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ انبیاء کی بعثت اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے تحت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں ذکر سے رسول مراد لینا درست ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے کان خلقہ القرآن۔ قرآن کریم سے اعراض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اعراض ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ذوق وشوق اور محبت کے ساتھ ذکرِ الٰہی کرنے کی توفیق خاص سے نوازتا رہے، کہ حقیقی دلی سکینت اور اطمینان قلب اسی میں ہے جیسا کہ خدا خود فرماتا ہے:

ألا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔
سنو، سنو، ذکرِ الٰہی سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں۔

سگریٹ نوشی ترک کردیں

☆ سگریٹ نوشی ترک کرنے کے لئے سب سے پہلے پختہ ارادہ کریں اور اس نیک مقصد میں کامیابی کے لئے دعا بھی کریں۔

☆ سگریٹ نوشی کرنے والوں کی صحبت سے اجتناب کریں تا کہ آپ کو ترغیب ہی نہ پیدا ہو۔

☆ سگریٹ اور اس سے متعلقہ تمام اشیاء کو تلف کردیں اور اپنی نظر سے دور رکھیں۔

☆ صبح کی سیر کو اپنا معمول بنالیں اور اس دوران گہرے اور لمبے سانس لینے کی عادت ڈالیں۔ یہ سیر کھلی فضا میں اور آبادی سے دور ہو تو بہتر ہے۔ اور ممکن ہو تو شام کو بھی باقاعدگی سے سیر کی جائے۔

☆ زیادہ دیر تک بھوکے نہ رہیں، اس سے سگریٹ پینے کی اشتہا بڑھے گی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بلاضرورت کھاتے رہیں اور اپنا وزن بڑھالیں جو فی ذاتہٖ ایک خطرناک بات ہے۔ نیز اپنی خوراک میں سبزیوں اور پھلوں کو ترجیح دیں۔ گوشت اور بھُنی ہوئی چیزوں کو کم استعمال کریں۔

☆ ہومیوپیتھی میں بعض دوائیں سگریٹ نوشی کی عادت کو ترک کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ کسی بھی ہومیوپیتھ سے مشورہ کر کے اپنے لئے دوا بھی لے سکتے ہیں۔

خدائی تصرّف

(محمود احمد انیس ۔چینی ڈیسک یوکے)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الحج :39) یعنی یقیناً اللہ ان کی جو ایمان لائے مدافعت کرتا ہے۔

زیرِ نظر مضمون میں چند ایسے واقعات پیش کئے جارہے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی نادان اللہ تعالیٰ کے پیاروں پر حملہ کرنے لگتا ہے تو کس طرح خدا تعالیٰ ان کی طرف سے خود دفاع فرماتا ہے اور تصرفِ الٰہی کا ایسا جلوہ ظاہر ہوتا ہے کہ دشمن کی زبان گُنگ اور ہاتھ ساکت ہو جاتے ہیں۔

(1) خونخوار اونٹ والا واقعہ

حضرت رسول کریم ﷺ جابر دشمن کے مقابل پر بھی مظلوم کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک اجنبی "الاراشی" سے ابوجہل نے اونٹ خریدا اور قیمت کی ادائیگی میں پس و پیش کرنے لگا۔ اراشی قریش کے مجمع میں آکر مدد کا طالب ہوا اور کہا کہ میں اجنبی مسافر ہوں۔ کوئی ہے جو ابوجہل سے مجھے میرا حق دلائے؟ وہ میرے مال پر قابض ہے۔ سردارانِ قریش نے ازراہ تمسخر رسول کریم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ شخص تمہیں ابوجہل سے حق دلا سکتا ہے۔ اراشی رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر دعائیں دیتے ہوئے کہنے لگا کہ آپؐ ابوجہل کے خلاف میری مدد کریں۔ رسول کریمؐ اس کے ساتھ چل پڑے۔ سردارانِ قریش نے اپنا ایک آدمی پیچھے بھجوایا تاکہ دیکھے ابوجہل کیا جواب دیتا ہے۔ رسول کریمؐ نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے پوچھا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں محمدؐ ہوں۔ آپ باہر آؤ۔ آپؐ کو دیکھ کر ابوجہل کا رنگ فق ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا! اس شخص کا حق اسے دیدو۔ ابوجہل نے کہا اچھا۔ آپؐ نے فرمایا! میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا جب تک اس کا حق ادا نہ ہو جائے۔ ابوجہل اندر گیا اور اس شخص کی رقم لا کر اسے دیدی۔ تب آپؐ واپس تشریف لائے۔ ادھر اراشی نے واپس آکر سردارانِ قریش کی مجلس میں کہا کہ اللہ محمدؐ کو جزائے خیر دے اس نے مجھے میرا مال دلوا دیا ہے۔ اتنے میں قریش کا بھجوایا ہوا آدمی بھی آگیا اور کہنے لگا آج میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا ہے کہ ادھر محمدؐ نے ابوجہل کو اراشی کا حق دینے کو کہا اور ادھر اُس نے فوراً رقم لا کر ادا کر دی۔ تھوڑی دیر میں ابوجہل بھی آگیا۔ سب اس سے پوچھنے لگے کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ ابوجہل نے کہا کہ جونہی میں نے محمدؐ کی آواز سنی، مجھ پر سخت رعب طاری ہو گیا۔ جب باہر آیا تھا تو دیکھا کہ محمدؐ کے سر کے پاس خونخوار اُونٹ ہے۔ اگر میں انکار کرتا تو وہ اُونٹ مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا۔

(اسوہ انسان کامل صفحہ 221 تا 222)

(2) مکڑی کا جالا

آنحضور ﷺ نے جب مکہ سے ہجرت کی تو اس سارے سفر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی غیر معمولی رنگ میں حفاظت فرمائی اور دشمنوں کے تمام منصوبے خاک میں ملائے۔ جب آپ نے ہجرت کی تو قریش مکہ نے سخت غصہ میں آکر یہ "اعلان کیا کہ جو کوئی محمد (ﷺ) کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا، اس کو سو اُونٹ انعام دیئے جاویں گے۔ چنانچہ کئی لوگ انعام کی طمع میں مکہ کے چاروں طرف اِدھر اُدھر نکل گئے۔ خود رؤساء قریش بھی سراغ لیتے لیتے آپ کے پیچھے نکلے اور عین غار ثور کے منہ پر جا پہنچے۔ یہاں پہنچ کر اُن کے سُراغ رساں نے کہا کہ "بس سُراغ اس سے آگے نہیں چلتا۔ اس لئے یا تو محمد یہیں کہیں پاس ہی چھپا ہوا ہے یا پھر آسمان پر اُڑ گیا ہے۔" کسی نے کہا "کوئی شخص ذرا اس غار کے اندر جا کر بھی دیکھ آئے۔" مگر ایک شخص بولا کہ "واہ یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے۔ بھلا کوئی شخص اس غار میں جا کر چھپ سکتا ہے۔ یہ ایک نہایت تاریک و تار خطرناک جگہ ہے اور ہم ہمیشہ سے اسے اسی طرح دیکھتے آئے ہیں۔" یہ بھی روایت آتی ہے کہ غار کے منہ پر جو درخت تھا اس پر آپ کے اندر تشریف لے جانے کے بعد مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور عین منہ کے سامنے کی شاخ پر ایک کبوتری نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے تھے۔ یہ روایت تو کمزور ہے لیکن اگر ایسا ہوا ہو تو ہرگز تعجب کی بات نہیں۔ مکڑی بعض اوقات چند منٹ میں ایک وسیع جگہ پر جالا تن دیتی ہے۔ اور کبوتری کو بھی گھونسلا تیار کرنے اور انڈے دینے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ اس لئے اگر خدا تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی حفاظت کے لئے ایسا تصرف فرمایا ہو تو ہرگز بعید نہیں ہے بلکہ اس وقت کے لحاظ سے ایسا ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔

(سیرت خاتم النبیین۔ صفحہ 237 تا 238)

(3) گھوڑے کے پاؤں ریت کے اندر دھنس گئے

انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک بھی حضور ﷺ کے تعاقب میں گھر سے نکلا مگر کس طرح الٰہی تصرف میں آکر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اس کی تفصیل ان کی اپنی زبانی یوں ہے:

ایک دن میں اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ قریش کے ان آدمیوں میں سے ایک شخص ہمارے پاس آیا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں نے ابھی ابھی ساحل سمندر کی سمت میں دور سے کچھ شکلیں دیکھی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید وہی ہوں گے مگر میں نے اسے ٹالنے کے لئے (اور یہ فخر خود حاصل کرنے کی غرض سے) کہا کہ یہ تو فلاں فلاں لوگ ہیں جو ابھی ہمارے سامنے سے گزرے ہیں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں اس مجلس سے اٹھا اور اپنے گھر آکر اپنی خادمہ سے کہا کہ میرا گھوڑا تیار کر کے گھر کے پچھواڑے میں کھڑا کر دے اور پھر میں نے ایک نیزہ لیا اور گھر کی پشت کی طرف سے ہو کر چپکے سے نکل گیا اور گھوڑے کو تیز کر کے محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مَیں زمین پر گر گیا، لیکن میں جلدی سے اٹھا اور اپنا ترکش نکال کر میں نے ملک کے دستور کے مطابق تیروں سے فال لی۔ فال میرے

منشاء کے خلاف نکلی۔مگر (اسلام کی عداوت کا جوش اور انعام کا لالچ تھا) میں نے فال کی پرواہ نہ کی۔اور پھر سوار ہو کر تعاقب میں ہولیا اور اس دفعہ اس قدر قریب پہنچ گیا کہ آنحضرت ﷺ کی (جو اس وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے جا رہے تھے) قرآت کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔اس وقت میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے تو ایک دفعہ بھی منہ موڑ کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔مگر ابوبکرؓ (آنحضرت ﷺ کی فکر کی وجہ سے) بار بار دیکھتے تھے۔میں جب ذرا آگے بڑھا تو میرے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور اس دفعہ اس کے پاؤں ریت کے اندر دھنس گئے اور میں پھر زمین پر آرہا۔میں نے اٹھ کر گھوڑے کو جو دیکھا تو اس کے پاؤں زمین میں دھنس چکے تھے کہ وہ انہیں زمین سے نکال نہیں سکتا تھا۔آخر بڑی مشکل سے وہ اٹھا اور اس کی کوشش سے میرے اردگرد سب غبار ہی غبار ہو گیا۔اس وقت میں نے پھر فال لی اور پھر وہی فال نکلی۔جس پر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو صلح کی آواز دی۔اس آواز پر وہ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا۔اس سرگذشت کی وجہ سے جو میرے ساتھ گذری تھی میں نے یہ سمجھا کہ اس شخص کا ستارہ اقبال پر ہے اور یہ کہ بالآخر آنحضرت ﷺ غالب رہیں گے؛ چنانچہ میں نے صلح کے رنگ میں ان سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کو قتل کرنے یا پکڑ لانے کے لئے اس اس قدر انعام مقرر کر رکھا ہے اور لوگ آپ کے متعلق یہ یہ ارادہ رکھتے ہیں اور میں بھی اسی ارادے سے آیا تھا مگر اب میں واپس جاتا ہوں۔اس کے بعد میں نے انہیں کچھ زادِ راہ پیش کیا مگر انہوں نے نہیں لیا اور نہ ہی مجھ سے کوئی سوال کیا۔صرف اس قدر کہا کہ ہمارے متعلق کسی سے ذکر نہ کرنا۔اس کے بعد میں نے (یہ یقین کرتے ہوئے کہ کسی دن آنحضرت ﷺ کو ملک میں غلبہ حاصل ہو کر رہے گا) آپ سے عرض کیا کہ مجھے ایک امن کی تحریر لکھ دیں۔جس پر آپ نے عامر بن فہیرہ کو ارشاد فرمایا اور اس نے مجھے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امن کی تحریر لکھ کر دی۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھی آگے روانہ ہو گئے۔ (سیرت خاتم النبیین۔صفحہ 241 تا 242)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے ایسے بے شمار واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں۔اسی طرح آپؐ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا غیر معمولی پیار کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلاف بھی مخالفین کے ہر وار کو ناکام کیا۔ان کی زبانوں پر مُہر لگائی اور ان کی چالوں کو ناکام کیا۔اس سلسلہ میں دو واقعات پیش خدمت ہیں۔

(4) چیخ مار کر بھاگ نکلا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ ثانیؓ نے کہ ایک دفعہ ایک ہندو جو گجرات کا رہنے والا تھا قادیان کسی بارات کے ساتھ آیا۔یہ شخص علم توجہ کا بڑا ماہر تھا چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم لوگ قادیان آئے ہوئے ہیں چلو مرزا صاحب سے ملنے چلیں۔اور اس کا منشاء یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے حضرت صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈال کر آپ سے بھری مجلس میں کوئی بیہودہ حرکات کرائے۔جب وہ مسجد میں حضور سے ملا تو اس نے اپنے علم سے آپ پر اپنا اثر ڈالنا شروع کیا مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ یکلخت کانپ اٹھا مگر سنبھل کر بیٹھ گیا۔اور اپنا کام شروع کر دیا اور حضرت صاحب اپنی گفتگو میں لگے رہے مگر پھر اس کے بدن پر سخت لرزہ آیا اور اس کی زبان سے بھی کچھ خوف کی آواز نکلی مگر وہ پھر سنبھل گیا۔مگر تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور بے تحاشا مسجد سے بھاگ نکلا اور بغیر جوتا پہنے نیچے بھاگتا ہوا اتر گیا۔اس کے ساتھی اور دوسرے لوگ اس کے پیچھے بھاگے اور اس کو پکڑ کر سنبھالا۔جب اس کے ہوش ٹھکانے ہوئے تو اس نے بیان کیا کہ میں علم توجہ کا بڑا ماہر ہوں۔میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ مرزا صاحب پر اپنی توجہ ڈالوں اور مجلس میں ان سے کوئی لغو حرکات کروادوں لیکن جب میں نے توجہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ میرے سامنے مگر ایک فاصلہ پر ایک شیر بیٹھا ہے میں اسے دیکھ کر کانپ گیا لیکن میں نے جی میں ہی اپنے آپ پر ملامت کی کہ یہ میرا وہم ہے۔چنانچہ میں نے پھر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنا شروع کی تو میں نے دیکھا کہ پھر وہی شیر میرے سامنے ہے اور میرے قریب آگیا ہے۔اس پر پھر میرے بدن پر سخت لرزہ آیا مگر میں پھر سنبھل گیا اور میں نے جی میں اپنے آپ کو بہت ملامت کی کہ یونہی میرے دل میں وہم سے خوف پیدا ہو گیا ہے چنانچہ میں نے اپنا دل مضبوط کر کے اور اپنی طاقت کو جمع کر کے پھر مرزا صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈالا اور پورا زور لگایا اس پر ناگہاں میں نے دیکھا کہ وہی شیر میرے اوپر کود کر حملہ آور ہوا ہے اس وقت میں نے بے خود ہو کر چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ اٹھا۔حضرت خلیفہ ثانی بیان فرماتے تھے کہ وہ شخص پھر حضرت صاحب کا بہت معتقد ہو گیا تھا اور ہمیشہ جب تک زندہ رہا آپ سے خط و کتابت رکھتا تھا۔ (سیرت المہدی۔حصہ اول صفحہ 55 تا 56)

(5) منہ پر مہر لگ گئی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے میاں فخر الدین صاحب ملتانی نے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایک دفعہ میرے والد یہاں آئے اور وہ سخت مخالف اور بدگو تھے اور یہاں آکر بھی بڑی تیزی کی باتیں کرتے رہے اور وہ جب ملتان میں تھے تو کہتے تھے کہ میں اگر کبھی مرزا سے ملا تو (نعوذ باللہ) اس کے منہ پر بھی لعنتیں ڈالوں گا یعنی سامنے بھی یہی کہوں گا جو یہاں کہتا ہوں۔خیر میں انہیں حضرت صاحب کے پاس لے گیا، حضور جب باہر تشریف لائے تو وہ ادب سے کھڑے ہو گئے اور پھر خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔اس وقت مجلس میں اور لوگ بھی تھے۔حضورؑ نے بیٹھے بیٹھے تقریر فرمانی شروع کی اور کئی دفعہ کہا کہ ہم تو چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے پاس آئیں اور ہماری باتیں سنیں اور ہم سے سوال کریں اور ہم ان کے واسطے خرچ کرنے کو بھی تیار ہیں لیکن اول تو لوگ آتے نہیں اور اگر آتے ہیں تو خاموش بیٹھے رہتے ہیں اور پھر پیچھے جا کر باتیں کرتے ہیں۔غرض حضور نے کھول کھول کر تقریر کی اور تبلیغ فرمائی اور انہیں بات کرنے پر کئی دفعہ ابھارا۔میرا والد بڑا چرب زبان ہے مگر ان کے منہ پر گویا مہر لگ گئی اور وہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکے۔وہاں سے اٹھ کر میں نے ان سے

باقی صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں

اصحابِ احمدؑ کا انفاق فی سبیل اللہ

(مرتبہ: سعد محمود باجوہ۔ مربی سلسلہ)

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے مِلا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

﴿اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ﴾ کے مصداق، اصحاب احمدؑ نے قیام توحید، غلبۂ اسلام، فیضانِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار اور انسانیت کی عظمت کے قیام کے لئے وہی شاندار قربانیاں اور اخلاص وفدائیت کے عظیم الشان اور قابلِ ذکر نمونے پیش کئے جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں نظر آتے ہیں۔ اس خدمتِ اسلام کا ایک بہت نمایاں پہلو' انفاق فی سبیل اللہ' ہے جس کا تذکرہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں فرمایا:

''اس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے ......بہتیرے ان میں سے ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے''۔ (ایام الصلح ۔ روحانی خزائن جلد نمبر 14 صفحہ 307-306)

اپنے صحابہ کی ایمانی حالت اور انفاق فی سبیل اللہ کے خُلق کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک معترض (جس کا کہنا تھا کہ جماعت میں صرف حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب ہی ہیں جو عملی آدمی ہیں) کو اِن الفاظ میں جواب ارشاد فرمایا:

''آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم مولوی نور الدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ دوسرے ایسے ہیں اور ایسے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ اس افترا کا خدا تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمالِ صالحہ بجالاتے ہیں ...... میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دست بردار ہو جاؤ تو وہ دست بردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ انکو اَور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا۔ مگر میں دل میں ان سے خوش ہوں''۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 165)

مندرجہ بالا ارشادات کی تصدیق کی ایک جھلک درج ذیل واقعات سے قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم جولائی 1900ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ منارۃ المسیح کی تعمیر کے لئے مالی قربانی کی تحریک فرمائی اور 101 رفقاء کی فہرست بھی شائع کی اور ان سے کم از کم ایک ایک سو روپیہ چندہ کا مطالبہ فرمایا۔ کیونکہ کل تخمینہ اخراجات دس ہزار روپیہ تھا۔ نیز آپؑ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ اس تحریک میں مطلوبہ چندہ دینے والوں کے نام بطور یادگار منار پر کندہ کئے جائیں گے۔ اس تحریک میں 211 مخلصین نے کم از کم سوسو روپیہ چندہ دیا۔

حضرت اماں جانؓ نے اپنا دہلی کا ایک ذاتی مکان فروخت کر کے ایک ہزار روپیہ چندہ اس تحریک میں ادا کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 117-116)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے بیان فرماتے ہیں:

''منشی ظفر احمد صاحب مرحوم یہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ اوائل زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لدھیانہ میں کسی ضروری تبلیغی اشتہار کے چھپوانے کے لئے ساٹھ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت حضرت صاحب کے پاس اس رقم کا انتظام نہیں تھا۔ اور ضرورت فوری اور سخت تھی۔ منشی صاحب کہتے تھے کہ میں اس وقت حضرت صاحب کے پاس لدھیانہ میں اکیلا آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے بلوایا اور فرمایا کہ اس وقت یہ اہم ضرورت درپیش ہے۔ کیا آپ کی جماعت اس رقم کا انتظام کر سکے گی۔ میں نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ کر سکے گی۔ اور میں جا کر روپے لاتا ہوں۔ چنانچہ میں فوراً کپورتھلہ گیا۔ اور جماعت کے کسی فرد سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے ساٹھ روپے حاصل کئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں لا کر پیش کر دئے۔ حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور جماعت کپورتھلہ کو (کیونکہ حضرت صاحب یہی سمجھتے تھے کہ اس رقم کا جماعت نے انتظام کیا ہے) دعا دی۔ چند دن کے بعد منشی اروڑا صاحب بھی لدھیانہ گئے تو حضرت صاحب نے ان سے خوشی کے لہجہ میں ذکر فرمایا کہ ''منشی صاحب اس وقت آپ کی جماعت نے بڑی ضرورت کے وقت امداد کی''۔ منشی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا ''حضرت کون سی امداد؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں''۔ حضرت صاحب نے فرمایا ''یہی جو منشی ظفر احمد صاحب جماعت کپورتھلہ کی طرف سے ساٹھ روپے لائے تھے''۔ منشی صاحب نے کہا ''حضرت! منشی ظفر احمد صاحب نے مجھ سے تو اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی جماعت سے ذکر کیا۔ اور میں ان سے پوچھوں گا کہ ہمیں کیوں نہیں بتایا''۔ اس کے بعد منشی اروڑا صاحب میرے پاس

آئے اور سخت ناراضگی میں کہا کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی ہے اور تم نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔ میں نے کہا منشی صاحب تھوڑی سی رقم تھی اور میں نے اپنی بیوی کے زیور سے پوری کر دی۔ اس میں آپ کی ناراضگی کی کیا بات ہے۔ مگر منشی صاحب کا غصہ کم نہ ہوا اور وہ برابر یہی کہتے رہے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی تھی اور تم نے یہ ظلم کیا کہ مجھے نہیں بتایا اور پھر منشی اروڑا صاحب چھ ماہ تک مجھ سے ناراض رہے۔

اللہ اللہ یہ وہ فدائی لوگ تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ ذرا غور فرمائیں کہ حضرت صاحب جماعت سے امداد طلب فرماتے ہیں مگر ایک شخص اٹھتا ہے اور بجائے جماعت سے ذکر کرنے کے اپنی بیوی کا زیور فروخت کر کے اس رقم کو پورا کر دیتا ہے۔ اور پھر حضرت صاحب کے سامنے رقم پیش کرتے ہوئے یہ ذکر نہیں کرتا کہ یہ رقم میں دے رہا ہوں۔ یا کہ جماعت۔ تا کہ حضرت صاحب کی دعا ساری جماعت کو پہنچے۔ اور اس کے مقابل پر دوسرا فدائی یہ معلوم کر کے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور میں اس خدمت سے محروم رہا۔ ایسا پیچ و تاب کھاتا ہے کہ اپنے دوست سے چھ ماہ تک ناراض رہتا ہے کہ تم نے حضرت صاحب کی اس ضرورت کا مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا۔ یہ وہ عشاقِ حق کا گروہ تھا جو احمدیت کے آسمان پر ستارے بن کر چمکا''۔ (اصحاب احمد جلد 4 صفحہ 98-97)

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ:

آپؓ کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے:

''حضرت حافظ معین الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں اس امر کا بڑا جوش تھا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے قربانی کریں۔ خود اپنی حالت تو ان کی یہ تھی کہ نہایت عسر کے ساتھ گذارا کرتے تھے۔ بوجہ معذور ہونے کے کوئی کام بھی نہ کر سکتے تھے۔ حضرت اقدسؑ کا ایک خادم قدیم سمجھ کر بعض لوگ محبت و اخلاص کے ساتھ کچھ سلوک ان سے کرتے تھے۔ لیکن حافظ صاحب کا ہمیشہ یہ اصول تھا کہ وہ اس روپیہ کو جو اس طرح ملتا کبھی اپنی ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اس کو سلسلہ کی خدمت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کر دیتے۔ اور کبھی کوئی تحریک سلسلہ کی ایسی نہ ہوتی جن میں وہ شریک نہ ہوتے۔ خواہ ایک پیسہ ہی دیں۔ حافظ صاحب کی ذاتی ضروریات کو دیکھتے ہوئے ان کی یہ قربانی معمولی قربانی نہ ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا حافظ صاحب کی ان خدمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ خود بھی بھوکے رہ کر بھی خدمت کیا کرتے تھے۔..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد مرتبہ حافظ معین الدین صاحب کے اس طرزِ عمل کو بطور نمونہ بیان کیا ہے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ ماہوار اور مستقل چندہ کے علاوہ جب ان کے پاس کچھ آجاتا تو فوراً جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دے آتے۔ باوجودیکہ حضرت صاحب ان کو کہتے کہ ''حافظ: تیری ضرورتوں میں کام آئے گا تو رکھ''۔ وہ ہمیشہ یہ عرض کرتے کہ ''مجھے تو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سلسلہ کی کسی ضرورت میں صرف کر دیا جائے''۔

(اصحاب احمد جلد 13 صفحہ 293 اور صفحہ 301)

حضرت میاں محمد حسن صاحبؓ

حضرت عبدالرحیم صاحبؓ بطور سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ بیت مبارک کے لئے چندہ کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس چندہ کی تحریک کرتے ہوئے مجھے اس بات کے اظہار کی بھی خوشی ہے کہ جماعت نے اس طرف ایک حد تک توجہ کی ہے اور بعض مخلصین نے قابلِ تقلید نمونے دکھائے ہیں۔ ان میں سے ...... میاں محمد حسن صاحب دفتری دفتر میگزین قادیان ہیں جنہوں نے پہلے حسبِ استطاعت نقد چندہ میں حصہ لیا پھر اس کے بچے رحمت علی نے خواب دیکھا کہ میرے والد یعنی میاں محمد حسن صاحب مذکور نے میری مرحومہ والدہ کا بقیہ زیور مسجد کے چندہ میں دے دیا ہے۔ اس پر میاں محمد حسن صاحب تمام زیور اسی روز مسجد مبارک کے چندہ میں دے دیا جو ایک غریب انسان کی طاقت سے بڑھ کر ہے''۔ (اخبار بدر۔ 16 مئی 1907ء صفحہ 10)

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ آپ کی والہانہ مالی قربانی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحب نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت صاحب کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا۔ اور اس میں روپیہ کی سخت ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں کو تحریک کی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ لنگر خانہ دو جگہوں پر ہو گیا ہے۔ ایک قادیان میں اور ایک گورداسپور میں۔ اس کے علاوہ مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے۔ لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ دیں۔ جب حضرت صاحب کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ تقریباً 450 روپے ملی تھی۔ وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت آپ کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ گھر کی ضروریات کے لئے رکھ لیتے۔ تو انہوں نے کہا کہ خدا کا (مامور) کہتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر اور کس لئے رکھ سکتا ہوں۔ غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لئے اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور انہیں کہنا پڑا کہ اب ان کو قربانی کی ضرورت نہیں''۔ (روزنامہ الفضل 11 جنوری 1927ء)

حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیرویؓ

حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے رسالہ ازالۂ اوہام کی طباعت کے لئے تین صد روپیہ بھجوایا لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت اقدس کو روپیہ کی مزید ضرورت ہے تو فوراً ایک سو روپیہ اور بھیج دیا۔ اس حوالہ سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''اخویم مکرم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ اس تین سو روپے کے جو پہلے بھیجا تھا اب ایک سو روپیہ اَور بھیج دیا۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ حکیم فضل دین صاحب اپنے مخدوم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے رنگ میں ایسے رنگین

ہو گئے ہیں کہ نہایت اولوالعزمی سے ایثار کے طور پر ان سے اعلیٰ درجہ کے اعمال صالحہ صادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ سو روپیہ بعض زیورات کے فروخت سے محض ابتغاءً لمرضات اللہ بھیجا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء''۔ (ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 623)

حضرت حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحبؓ مدراسی

آپؓ کی مالی قربانی کا تذکرہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں فرمایا:

''خدا نے ایسے مخلص اور جان فزان ارادتمند ہماری خدمت میں لگا دیئے ہیں کہ جو اپنے مال کو اس راہ میں خرچ کرنا اپنی سعادت دیکھتے ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے حبی فی اللہ حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن اللہ رکھا صاحب تاجر مدراس ہیں۔ جو اس رسالہ کے لکھنے کے وقت بھی اس جگہ موجود ہیں اور مدراس سے دور دراز سفر کر کے میرے پاس تشریف لائے ہوئے ہیں۔ سیٹھ صاحب موصوف مباہلہ کے اثر کا ایک اول نمونہ ہیں جنہوں نے کئی ہزار روپیہ ہمارے سلسلہ کی راہ میں محض للہ لگا دیا ہے۔ اور برابر ایسی سرگرمی سے خدمت کر رہے ہیں کہ جب تک انسان یقین سے نہ بھر جائے اس قدر خدمت نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارے درویش خانہ کے مصارف کے اول درجہ کے خادم ہیں اور آج تک یکمشت رقوم کثیرہ اس راہ میں دیتے رہے ہیں۔ علاوہ اس کے میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے ایک سو روپیہ ماہواری اعانت کے طور پر اپنے ذمہ واجب کر رکھا ہے۔ مباہلہ کے بعد ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے اور پہنچ رہی ہے میں اس کی نظیر نہیں دیکھتا۔ یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اس درجہ کی محبت دلوں میں ڈال دی۔ یہ حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب وہی ہیں جو آتھم کو قسم دینے کے وقت اس بات کے لئے تیار تھے کہ اگر آتھم قسم پر روپیہ طلب کرے تو اپنے پاس سے دس ہزار روپیہ تک اس کے پاس جمع کرا دیں''۔

(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 312)

حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ

حضرت صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحبؓ کے انفاق فی سبیل اللہ کے جذبہ کا ذکر کرتے ہوئے مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت پیر منظور محمد صاحب رضی اللہ عنہٗ قاعدہ یسرنا القرآن کے موجد تھے۔ اس قاعدہ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ سینکڑوں روپے ماہوار اس زمانے میں آپؓ کی آمد ہوتی لیکن آپؓ کی دین کے لئے قربانی کا یہ حال تھا کہ صرف تیس روپے ماہوار اپنے اخراجات کے لئے رکھتے اور باقی سب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں اشاعتِ قرآن کریم اور اشاعتِ اسلام کے لئے بھیج دیتے۔ 1940ء کے بعد جب گرانی ہوئی تو -/40 روپے ماہوار رکھنے شروع کر دئے اور ایک سال میں دس ہزار روپیہ خدمتِ دین کے لئے دیا۔ وہ خود ٹانگوں سے معذور ہونے کی وجہ سے باہر نہیں آ سکتے تھے اس لئے یہ عاجز ان کی خدمت میں ان کے مکان پر ہی حاضر ہوتا رہتا اور ان کی باتوں سے لطف اٹھاتا تھا۔ صرف ایک کمرہ تھا جس میں ان کی چارپائی بھی ہوتی تھی اور ان کا کلرک بھی بیٹھتا تھا۔ وہی سونے کا کمرہ تھا، وہی بیٹھک اور وہی دفتر۔ اس میں سارا پڑا ہوا سامان چالیس پچاس روپے سے زیادہ کا نہ ہوتا تھا۔ لیکن ایک ایک سال میں دس دس ہزار روپیہ سلسلہ کی ضروریات کے لئے بھیج دیتے تھے۔ وہ اگر چاہتے تو عالیشان مکان بنا لیتے اور اُسے اچھی طرح سجا لیتے لیکن اپنی ذات کے لئے سادگی اور دین کے لئے قربانی کا جذبہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اسی کی تسکین میں لذت پاتے تھے اور خود کو فراموش کئے ہوئے تھے۔ ذرا اس قسم کے لوگ دنیا میں تلاش تو کر کے دیکھو، کیا کہیں مل سکتے ہیں!''۔ (ماہنامہ انصاراللہ ربوہ۔اپریل 1969ء صفحہ 21)

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ مالیر کوٹلہ

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ مالی قربانیوں میں قابلِ تقلید نمونہ تھے۔ آپ نے متعدد مواقع پر جماعت کی مالی اعانت فرمائی۔ ان میں سے ایک واقعہ حسبِ ذیل ہے:

''مقدمہ کرم دین آتمارام مجسٹریٹ کی نیت نیک نہ تھی اور وہ حضرت اقدسؑ کو سزائے قید دینے پر آمادہ تھا۔ چنانچہ 8 اکتوبر 1904ء کو اس نے حضرت اقدس کو پانصد جرمانہ اور حضرت حکیم مولوی فضل دین صاحب کو دوصد روپیہ جرمانہ اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید کا فیصلہ سنایا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ جرمانہ فوراً ادا نہ ہو سکے گا اور قید کی سزا دی جا سکے گی۔ لیکن یہ سات صد روپیہ جرمانہ فوراً ادا کر دیا گیا۔ جس سے اس کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ نواب صاحب کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ مجسٹریٹ کی نیت اچھی نہیں ہے اور آپ نے احتیاطاً نوصد روپیہ ایک روز پیشتر اپنے ایک آدمی کے ہاتھ گورداسپور بھیج دیا اور یہی رقم ان جرمانوں کی ادائیگی میں کام آئی''۔ (اصحاب احمد جلد دوم طبع دوم صفحہ 786)

حضرت میاں شادی خاں صاحبؓ

حضرت میاں شادی خاں صاحب لکڑی فروش سیالکوٹ نے منارۃ المسیح کی تعمیر کے لئے اپنے گھر کا سارا سامان فروخت کر کے تین سو روپے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کئے۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

''شادی خاں صاحب سیالکوٹی نے بھی وہی نمونہ دکھایا ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ نے دکھایا تھا کہ سوائے خدا کے اپنے گھر میں کچھ نہیں چھوڑا''۔

جب میاں شادی خان صاحب نے یہ سنا تو گھر میں جو چارپائیاں تھیں ان کو بھی فروخت کر ڈالا اور ان کی رقم بھی حضرت کے حضور پیش کر دی۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 147۔حاشیہ نمبر 11)

حضرت چوہدری رستم علی صاحبؓ

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''ہمارے ایک دوست چوہدری رستم علی صاحب تھے۔ پہلے وہ سپاہی تھے۔ پھر کانسٹیبل ہو گئے۔ پھر سب انسپکٹر بنے۔ پھر پراسیکیوٹنگ انسپکٹر بنے۔ اس وقت تنخواہیں بہت تھوڑی تھیں۔ آج کل تو ایک سپاہی کو مہنگائی الاؤنس وغیرہ ملا کر قریباً ساٹھ روپیہ ماہوار مل جاتے ہیں۔ لیکن ان دنوں سپاہی کو غالباً گیارہ روپے۔

تھانیدار کو 40 روپے اور انسپکٹر کو 75 یا سو روپے ملتے تھے اور پراسیکیوٹنگ افسر کو سو سے کچھ زیادہ ملتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ وہ اپنی تنخواہ کا ایک بڑا حصہ حضرت مسیح موعودؑ کو بھجوایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہیں یکدم آرڈر آ گیا کہ ان کو عہدہ میں ترقی دی جاتی ہے اور تنخواہ اتنی بڑھائی جاتی ہے۔ اس کے بعد ان کی تنخواہ میں جو بڑھوتی ہوئی وہ ساری کی ساری حضرت مسیح موعودؑ کو بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت صاحب کو خط لکھا وہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے پڑھنے کے لئے دیا۔ میں نے پڑھ کر بتایا کہ یہ خط چوہدری رستم علی صاحب کا ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ میں سو روپیہ تو پہلے ہی بھیجا کرتا تھا لیکن اب میری تنخواہ میں 80 روپے کی ترقی ہوئی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض حضور کی دعاؤں کے طفیل ہوئی ہے اور آپ کے لئے ہوئی ہے۔ اس لئے اب میں آپ کو 180 روپے ماہوار بھیجا کروں گا۔ میں اس بڑھوتی کا مستحق نہیں ہوں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ میں پہلی تنخواہ کا بھی مستحق نہیں تھا۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی خاطر ہی دے رہا ہے"۔ (الفضل 11 نومبر 1958ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز افرادِ جماعت کو مالی قربانی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مالی قربانی اصلاحِ نفس اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے، مختلف پیرایوں میں اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ پس جماعتِ احمدیہ میں جو مختلف مالی قربانی کی تحریکات ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے اور دلوں کو پاک کرنے کی کڑیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ ﴿وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (الحدید:11) اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ پس اپنی زندگیوں کو سنوارنے کے لئے مالی قربانیوں میں حصہ لینا انتہائی ضروری ہے بلکہ یہ بھی تنبیہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ جیسے کہ فرماتا ہے ﴿وَ اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرۃ:196) اور اللہ کے راستے میں مال خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ پس جیسا کہ میں نے کہا یہ مالی تحریکات جو جماعت میں ہوتی ہیں یا لازمی چندوں کی طرف جو توجہ دلائی جاتی ہے یہ سب خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہیں۔ پس ہر احمدی کو اگر وہ اپنے آپ کو حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے اور کرنا چاہتا ہے، اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے مالی قربانیوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخلصین کی ایک بہت بڑی جماعت اس قربانی میں حصہ لیتی ہے لیکن ابھی بھی ہر جگہ بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی حکم فرمایا ہے کہ اگر آخرت کے عذاب سے بچنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جنتوں کے وارث بننا ہے تو مال وجان کی قربانی کرو۔ اس زمانے میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر تلوار کا جہاد ختم کر دیا تو یہ مالی قربانیوں کا جہاد ہی ہے جس کو کرنے سے تم اپنے نفس کا بھی اور اپنی جانوں کا بھی جہاد کر رہے ہوتے ہو۔ یہ زمانہ جو مادیت سے پُر زمانہ ہے ہر قدم پر روپے پیسے کا لالچ کھڑا ہے۔ ہر کوئی اس فکر میں ہے کس طرح روپیہ پیسہ کمائے۔ چاہے غلط طریقے بھی استعمال کرنے پڑیں کئے جائیں ......تو جہاں جہاں بھی یہ مالی قربانی ہو رہی ہے یہ ایک جہاد ہے۔ اسی طرح ہمارے ملکوں میں ایک کثیر تعداد ہے جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں۔ افرادِ جماعت عموماً یا تو مالی لحاظ سے کمزور ہیں یا اوسط درجہ کے ہیں۔ تو جب بھی ہم میں جماعت کا کوئی فرد مالی قربانی کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کا اپنی جان کا بھی جہاد کر رہا ہوتا ہے۔ اس کی کئی مثالیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی روایات میں نظر آتی ہیں اور آج کل بھی موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالی قربانی کرنے کی یہ مثالیں سوائے جماعتِ احمدیہ کے اور کہیں نہیں ملیں گی......اللہ تعالیٰ ایسے بے شمار قربانیاں کرنے والے جماعت کو دیتا چلا جائے۔ اور وہ فرشتوں کی دعاؤں کے بھی وارث ہوں کہ اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس جیسے اور پیدا کرتا چلا جائے۔

پس مالی قربانی کرنے والے ہر جگہ سے دعائیں لے رہے ہوتے ہیں اور یوں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے اور جنت کے وارث بن رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کرے کہ جماعت میں ایسے لوگوں کی تعداد بڑھتی چلی جائے"۔

(خطباتِ مسرور جلد چہارم صفحہ 7-4، خطبہ جمعہ 06 جنوری 2006ء)

بقیہ از صفحہ 10: خدائی تصرف

پوچھا کہ آپ وہاں بولے کیوں نہیں؟ انہوں نے کچھ کہہ کر ٹال دیا۔ میاں فخر الدین صاحب کہتے تھے کہ حضرت صاحب نے میرے والد کو مخاطب نہیں کیا تھا بلکہ عام تقریر فرمائی تھی۔ (سیرت المہدی۔ حصہ اول صفحہ 54 تا 55)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"حدیث صحیح میں ہے وَمَنْ عَادَ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ لِلْحَرْبِ۔ یعنی جو شخص میرے ولی کا دشمن ہو تو میں اُس کو متنبہ کرتا ہوں کہ اب میری لڑائی کے لئے طیار ہو جا۔ غرض اہلِ اصطفاء خدا تعالیٰ کے بہت پیارے ہوتے ہیں اور اُس سے نہایت شدید تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کی عیب جوئی اور نکتہ چینی میں خیر نہیں ہے۔ اور ہلاکت کے لئے اس سے کوئی بھی دروازہ نزدیک تر نہیں کہ انسان اندھا بن کر محبّان اور محبوبانِ الٰہی کا دشمن ہو جائے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 91)

پس یہ سنت اللہ ہے کہ وہ اپنے پیاروں کے لئے بہت غیرت رکھتا ہے اور جو ان کی اہانت کا ارادہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بے بس اور ناکام و نامراد کرتا ہے۔ حضور علیہ السلام ہی کا ایک نہایت پُر معرفت شعر ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت دعا کا ایک زندہ نشان

(عبدالرحمن شاکر)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

منجملہ خداتعالیٰ کے نشانوں کے جو میری تائید میں ظاہر ہوئے نواب صدیق حسن خان وزیر ریاست بھوپال کے بارہ میں نشان ہے اور وہ یہ ہے کہ نواب صدیق حسن خان نے بعض اپنی کتابوں میں لکھا تھا کہ جب مہدی موعود پیدا ہوگا تو غیر مذاہب کے سلاطین گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کئے جائینگے اور یہ ذکر کرتے کرتے یہ بھی بیان کر دیا کہ چونکہ اس ملک میں سلطنت برطانیہ ہے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی کے ظہور کے وقت اس ملک کا عیسائی بادشاہ اسی طرح مہدی کے روبرو پیش کیا جائے گا۔ یہ الفاظ تھے جوانہوں نے اپنی کتابوں میں شائع کئے تھے جواب تک ان کی کتابوں میں موجود ہیں اور یہی موجب بغاوت سمجھے گئے۔ اور یہ ان کی غلطی تھی کہ انہوں نے ایسا لکھا۔

مگر چونکہ نواب صدیق حسن کے دل میں خشک وہابیت کا خمیر تھا۔ اس لئے انہوں نے غیر قوموں کو صرف مہدی کی تلوار سے ڈرایا اور آخر پکڑے گئے۔ اور نواب ہونے سے معطل کئے گئے۔ اور بڑی انکساری سے میری طرف لکھا کہ میں ان کے لئے دعا کروں۔ تب میں نے ان کو قابل رحم سمجھ کر اس کے لئے دعا کی تو خداتعالیٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سرکوبی سے اس کی عزت بچالی گئی۔

میں نے یہ اطلاع بذریعہ خط ان کو دے دی۔ اور کئی لوگوں کو بھی جو ان دنوں میں مخالف تھے یہی اطلاع دی۔ چنانچہ منجملہ ان کے حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر حال پنشنر ساکن امرتسر اور مولوی محمد حسین بٹالوی ہیں۔ آخر کچھ مدت کے بعد گورنمنٹ کا حکم آ گیا کہ صدیق حسن خان کی نسبت نواب کا خطاب قائم رہے۔ گویا یہ سمجھا گیا کہ جو کچھ اس نے بیان کیا ایک مذہبی پرانا خیال ہے جو ان کے دل میں تھا بغاوت کی نیت نہ تھی۔ نواب صدیق حسن خان پر جو یہ ابتلا پیش آیا۔ وہ بھی میری ایک پیشگوئی کا نتیجہ ہے۔ جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ انہوں نے میری کتاب براہین احمدیہ کو چاک کر کے واپس بھیج دیا تھا۔ میں نے دعا کی تھی ان کی عزت چاک کر دی جائے۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 470 طبع پنجم 1968ء)

نواب سیّد صدیق حسن خان صاحب مصنف حجج الکرامہ 14 اکتوبر 1832ء کو بمقام بریلی پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام اولاد حسن خان تھا۔ ابھی آپ پانچ سال کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی والدہ نے بچوں کو بڑی تنگی سے پالا۔ آپ کو مختلف مقامات پر تعلیم کی غرض سے بھجوایا۔ اور حدیث فقہ وغیرہ علوم اسلامیہ کی تعلیم دلوائی۔ آپ کے والد (جو حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی شہید بالاکوٹ کے مرید تھے اور بہت پرہیزگار آدمی تھے) نے اپنے شیعہ والد کی لاکھوں روپے کی جائیداد جو ورثے میں ان کا حق بنتا تھا لینے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان کے دوسرے شرکاء مالا مال ہو گئے۔ اور صدیق حسن معہ برادران غریب ہو گئے۔

آخر کار مولانا صدیق حسن صاحب نے اپنے گھر کی حالت دیکھ کر ملازمت کی نیت سے بھوپال کا سفر اختیار کیا۔ مگر چونکہ کسی کا وسیلہ نہ تھا اس لئے کوئی کام نہ مل سکا۔ آخر آپ نے بھوپال کے مدارالمہام سید جمال الدین صاحب کو درخواست پیش کی۔ (یہ وہی منشی جمال الدین صاحب ہیں جن کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی سوانح حیات ''مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین'' میں بڑی محبت سے کیا ہے)۔ اس پر تیس روپے ماہوار کی ایک ملازمت مل گئی۔ مگر وہ ان کے اور گھر کے اخراجات کے لئے کافی نہ تھی۔ تاہم آپ بہت محنت سے کام کرتے رہے۔ اور کچھ عرصہ بعد میر دبیر بنا دیئے گئے۔ اور تنخواہ پچاس روپے ماہوار ہوگئی۔ مگر بعض حاسدین نے سازش کر کے ان کو وہاں سے نکلوا دیا۔ اور آپ بھوپال سے کانپور چلے آئے۔ وہاں پہنچتے ہی 1857ء کا سانحہ پیش آ گیا اور بڑی مشکل سے اور خطرات سے گزر کر اپنے وطن قنوج پہنچے۔ ان دنوں مالی حالت بالکل صفر تھی۔ تاہم ان کے والد کے دوست ان کی مدد کرتے رہے اور گزر اوقات ہوتی رہی۔

ان حالات میں نواب سکندر بیگم صاحبہ والیۂ بھوپال کا خط آپ کو ملا کہ آپ فوراً بھوپال آ جائیں۔ مولوی صاحب وہاں چلے تو گئے مگر گروہ حاسدین نے ان کے پاؤں نہ جمنے دیئے اور آپ مایوس ہو کر ٹونک چلے گئے۔ ٹونک میں آپ کو سید جمال الدین صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کے خطوط ملے کہ آپ پھر بھوپال آئیں اور اپنے سابقہ رویہ پر معافی چاہی۔ چنانچہ اگست 1859ء میں آپ تیسری مرتبہ پھر بھوپال آئے۔ اور سرکاری حکم سے تاریخ بھوپال لکھنے پر مامور ہوئے وہیں پر 1860ء میں ذکیہ بیگم صاحبہ بنت سید جمال الدین صاحب سے شادی ہوگئی۔ اور آپ ریاست کے عمائدین میں شمار ہونے لگے۔ 1869ء میں حج کی توفیق پائی۔

نواب سکندر بیگم کے بعد نواب شاہ جہاں بیگم ملکہ بھوپال ہوئیں۔ انہوں نے مولوی صدیق حسن صاحب کو اپنا پرائیویٹ سیکرٹری مقرر فرمایا اور خان صاحب کا خطاب بھی عطا کیا۔ چونکہ یہ ملکہ بھوپال جوانی میں ہی بیوہ ہوگئی تھیں۔ لہٰذا 8 مئی 1871ء میں انہوں نے گورنمنٹ آف انڈیا کی اجازت سے عقدِ ثانی مولوی حسن خان صاحب سے کر لیا۔ (اس سے قبل مولوی صاحب کی پہلی بیوی ذکیہ بیگم بنت جمال الدین صاحب فوت ہو چکی تھیں۔) نواب شاہ جہان بیگم ملکہ بھوپال نے اپنے مرحوم خاوند کے خطابات ناظر الدولہ نواب والا جاہ امیر الملک بھی مولوی موصوف کے لئے گورنمنٹ سے منظور کروالئے۔ اور 75 ہزار روپے کی جاگیر بھی ان کے نام کر دی۔ نیز گورنمنٹ آف انڈیا نے نواب صدیق حسن خان کے لئے 17 توپ کی سلامی کی بھی منظوری دے دی۔

نواب صاحب فرقہ اہلحدیث کے بڑے مشہور لیڈر تھے۔ آپ نے قریباً 90 کتب دینیہ لکھیں۔ جن میں ''حجج الکرامہ فی اثار القیامہ'' بہت مشہور ہے۔ ''ترجمان الوہابیہ'' بھی انہی کی تصنیف ہے۔

مشہور انقلابی مفکر سید جمال الدین افغانی جو پان اسلام ازم کے بانی تھے اور جن کو کوئی مسلم حکومت پناہ دینے کے لئے تیار نہ تھی۔ دورہ کرتے ہوئے ہندوستان آئے اور بھوپال گئے۔ وہاں پر تین چار لیکچر بھی دیئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ انگریزوں کو شمالی مغربی سرحد کی طرف سے روس کے حملہ کا خطرہ ہروقت آتش زیر پا رکھتا تھا اور اس کے ساتھ اگر کوئی لفظ جہاد۔ مہدی۔ پان اسلام ازم وغیرہ کا نام لے لیتا تو انگریزوں کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگتی تھیں۔

ان دنوں انگلستان کا وزیراعظم ولیم گلیڈسٹون سخت معاند اسلام تھا۔ ہر ممکن موقعہ پر وہ مسلمانوں کو زک دینے کے لئے تیار رہتا تھا۔ ٹرکی کی حکومت کو وہ وحشی اور غیر مہذب حکومت سمجھتا تھا۔ ٹرکی کی مرغی کو اسی نے رواج دیا تھا کیونکہ یہ پل کر بہت موٹی ہوجاتی ہے۔ چنانچہ انگلستان میں کرسمس کے موقعہ پر 'ٹرکی' کے بغیر ضیافت ادھوری سمجھی جاتی ہے۔ اس شخص کی اسلام دشمنی کے پیش نظر اکبر آلہ آبادی نے یہ شعر کہا ہے ؎

جو مرے بربادی اسلام کی تلقین میں
قبر اس کی ہو گلیڈاسٹون کی پائین میں

ایسا شخص کیونکر برداشت کرسکتا تھا کہ انگریزوں کی ایک باجگزار ریاست بھوپال میں سید جمال الدین افغانی حریت پرور تقریریں کرے۔ چنانچہ اس کے اشارہ سے مولانا جمال الدین افغانی کو بھوپال سے نکلوا دیا گیا۔

اس شبہ پر کہ جمال الدین افغانی ضرور نواب سید صدیق حسن خان سے ملے ہوں گے اور انگریزوں کے خلاف گفتگو ہوئی ہوگی اس لئے گورنمنٹ آپ سے بدظن ہوگئی۔ انہی دنوں آپ نے مہدی سوڈانی محمد احمد کو کچھ مالی امداد بھی دی۔ آپ پر یہ بھی الزام لگا کہ ریاست کے مہاجنوں کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی الزام آیا کہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو اچھے اچھے عہدوں پر فائز کرایا ہے۔

ریاستوں میں درباری سازشیں بھی درپردہ کام کر رہی ہوتی ہیں مزید برآں نواب شاہ جہان بیگم کی پہلے خاوند سے بیٹی نواب سلطان جہاں بیگم جو ولیعہد بھی تھیں نواب صدیق حسن خان صاحب کے سخت خلاف تھیں۔

بھوپال کے ریذیڈنٹ سر لیپل گریفن (مصنف پنجاب چیفس) نے گورنمنٹ آف انڈیا کو رپورٹ دی جو نواب صاحب کے سخت خلاف تھی۔ جس کے نتیجہ میں نواب صدیق حسن صاحب کے تمام خطابات توپوں کی سلامی وغیرہ ضبط کر لئے گئے اور آپ کو اپنے عالی شان محل "نور محل" میں قید کر دیا گیا۔ دن کے وقت وہ اپنی بیوی ملکہ بھوپال سے ملاقات بھی نہ کرسکتے تھے۔ اور صرف رات گزارنے کیلئے ملکہ کے محل "تاج محل" میں جاسکتے تھے آٹھ ماہ تک یہی حالت رہی۔ پھر ملکہ بھوپال نے کلکتہ جا کر وائسرائے لارڈ ڈفرن سے نواب صاحب کیلئے سفارش کی اور ان کی طرف سے معافی مانگی تو صرف اتنی اجازت ملی کہ نور محل میں ملکہ بھوپال اور مولوی صاحب اکٹھے رہ سکتے ہیں۔

یہی وہ زمانہ ہے جبکہ امام الزمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جری اللہ فی حلل الانبیاء نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب براہین احمدیہ (1880ء سے 1884ء تک) چار جلدوں میں شائع فرمائی تھی۔ اس وقت حضور کے پاس اس قدر فنڈ نہ تھا۔ چنانچہ دعائیں کرنے کے بعد الہام ہوا کہ:

وَھُزِّیْ اِلَیْکَ بِجِذْعِ النَّخلۃ تُساقِطُ علَیکَ رُطَباً جَنِیًّا

اس حکم الٰہی پر عمل کرتے ہوئے اول تو حضور نے خلیفہ محمد حسن صاحب وزیراعظم ریاست پٹیالہ کی طرف خط لکھا انہوں نے دو اقساط میں پانچ صد روپے بھجوا دیئے۔ اور کتاب باوجود نومیدی کے چھپ گئی۔ حضور نے مختلف رؤساء و اکابر کو بھی خطوط لکھے۔ محترم خلیفہ محمد حسن صاحب کے علاوہ بعض اور اہل دل حضرات نے حضور کی تحریک پر توجہ دی۔ مثلاً مرزا محمد علاؤالدین صاحب رئیس لوہارو 40 روپے۔ نواب سروقار الامراء اقبال الدولہ صاحب حیدرآباد دکن 100 روپے۔ محمد افضل خان صاحب 110 روپے نواب صاحب مالیر کوٹلہ 100 روپے شیخ محمد بہاؤالدین صاحب وزیراعظم جونا گڑھ ایک ہزار روپے۔

اسی سلسلہ میں حضرت اقدسؑ نے نواب صدیق حسن صاحب کو بھی لکھا۔ پہلے تو انہوں نے کتب کی خریداری کا وعدہ کیا مگر بعد میں دستکش ہوگئے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں: "کچھ عرصہ گزرا اس خاکسار نے ایک نواب صاحب کی خدمت میں کہ جو بہت پارسا طبع اور متقی خصائل حلمیہ اور قال اللہ اور قال الرسول سے بدرجہ غایت خبر رکھتے ہیں۔ کتاب براہین احمدیہ کی اعانت کے لئے لکھا تھا۔ سو اگر نواب صاحب اس کے جواب میں لکھتے کہ ہماری رائے میں یہ کتاب ایسی عمدہ نہیں ہے۔ جس کے لئے کچھ مدد کی جائے افسوس نہ تھا مگر صاحب موصوف نے پہلے تو یہ لکھا کہ پندرہ بیس کتب ضرور خریدیں گے اور پھر دوبارہ یاددہانی پر یہ جواب آیا کہ دینی مباحثات کی کتابوں کا خریدنا یا انہیں کچھ امداد دینا خلاف منشاء گورنمنٹ انگریزی ہے۔ اس لئے اس ریاست سے خرید وغیرہ کی امید نہ رکھیں۔ سو ہم بھی نواب صاحب کو امیدگاہ نہیں بناتے۔ بلکہ امیدگاہ خداوند کریم ہی ہے۔ اور وہی کافی ہے۔ خدا کرے گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب سے بہت راضی رہے"۔

حضور علیہ السلام کو نواب صدیق حسن صاحب کے اس جواب پر زیادہ رنج اس وجہ سے ہوا کہ نواب صاحب نے پہلے تو کتابوں کا پیکٹ وصول کر لیا۔ مگر کھول کر جب پڑھا تو اپنے پرانے خیالات کی وجہ سے کچھ ایسے بگڑے کہ دوبارہ نہایت بُری طرح پیکٹ بنا کر واپس بھیج دیا۔ نہ معلوم خود غصہ سے کتابیں پھاڑ دیں۔ یا اس لاپرواہی سے پیکٹ بنوایا کہ کتابیں پھٹ گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھٹی ہوئی کتابوں کا پلندہ جب حضرت اقدس کو وصول ہوا۔ بھلا جو کتابیں اس قدر خون جگر کھا کر محض خدمت دین کیلئے لکھی گئی تھیں۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو بہت رنج ہوا۔

اس کتاب کی اشاعت کے لئے حضور نے بڑی تکلیف اٹھائی تھی۔ کاپیاں کاتب سے لکھوا کر خود پڑھتے۔ پھر ان کو لے کر امرتسر جاتے بعض دفعہ 36 میل کا فاصلہ پیدل طے کرنا پڑا عیسائیوں کے پریس پر زیادہ اجرت دے کر چھپوائی۔ شیخ نور احمد صاحب نے اپنے رسالہ "نور احمد" میں پوری تفصیل اس کتاب کی طباعت کی درج کردی ہے۔ جو قابل ملاحظہ ہے۔

شیخ حامد علی صاحب جو حضرت کے خادم خاص تھے بیان کرتے ہیں اُس بُری حالت اور کتب کو اس بُری طرح پھٹا دیکھ کر آپ کا رنج اور غصہ سے چہرہ متغیر اور سرخ ہوگیا۔ آپ اس وقت صحن میں چہل قدمی فرما رہے تھے اور آپ کی طبیعت نہایت بیقرار تھی۔ اس حالت میں ٹہلتے گئے اور بالکل خاموش تھے کہ اچانک آپ

باقی صفحہ 21 پر ملاحظہ فرمائیں

وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً

(مکرم محمد کریم الدین شاہد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید قادیان کی جلسہ سالانہ برطانیہ 2013ء کے موقع پر کی گئی تقریر)

وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً وَكُنتُمْ عَلَىَ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰہُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۔ (آل عمران: 103)

اور اللہ کی رسی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑلو اور تفرقہ نہ کرو۔ اور اپنے اُوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر (کھڑے) تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ شاید تم ہدایت پا جاؤ۔

خاکسار کی تقریر کا موضوع "وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً" ہے کہ تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم تفرقہ اور انتشار سے بچ جاؤ گے۔ تمہارا شیرازہ قائم رہے گا۔ تمہارے اندر قومی اور ملّی وحدت کا قیام ہوگا۔ اور یہ اتحادِ اُمت واحدہ بننے کا ضامن ہوگا۔

مفسرین نے حبل اللہ سے مراد قرآن مجید۔ اسلام۔ اطاعتِ رسول ﷺ اور جماعت مومنین سے موافقت اختیار کرنا مراد لیا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے ساتھ دراصل حبل اللہ نبوّت اور خلافت ہی کا وجود ہے۔ کیونکہ بغیر نبوّت کے کلام الٰہی اور اس کی اتباع ممکن نہیں اور نہ ہی جماعت مومنین سے موافقت اختیار کی جاسکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰہُ (آل عمران: 32) کہ تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ کے مطابق رسول ﷺ کی پیروی کے بغیر اللہ کی محبت حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اس لحاظ سے آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کی وہ مضبوط رسی ہیں جس کو مضبوطی سے پکڑے بغیر نہ اللہ کی محبت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی قوم کا شیرازہ مجتمع رہ سکتا ہے۔ اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد خلافتِ راشدہ ہی وہ اللہ کی مضبوط رسّی ہے جس کے ذریعہ اتحادِ ملّت وابستہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ابو بکر اور عمر کی پیروی کرو۔ کیونکہ وہ دونوں خدا کی وہ لمبی رسّی ہیں کہ جس نے ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا، اس نے نہ ٹوٹنے والے کڑے کو پکڑ لیا۔

(تفسیر الدر المنثور جز اول صفحہ 584 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت)

پس آسمان سے اترنے والی یہ حبل اللہ پہلے نبوت اور پھر خلافت ہی ہے جو بنی نوعِ انسان کے لئے ایک انقلاب انگیز، عہد آفرین اور تاریخ ساز دَور کا آغاز کیا کرتی ہے۔ چنانچہ 610ء میں جب اللہ تعالیٰ نے صحرائے عرب اور وادیٔ غیر ذی زرع کے شہر مکّہ مکرمہ میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ فخر الرسلین و خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسلام کی تخم ریزی ایک ایسے زمانے میں کی جو کُفر وضلالت، بے دین و بے راہ روی اور ظلم و تشدد کے نقطۂ عروج پر ہونے کی وجہ سے انسانیت کے لئے باعث عار تھا۔ عرب قوم ایک وحشی اور درندہ صفت۔ اخلاق سے عاری اور ہر قسم کی بداخلاقی و بے حیائی پر فخر کرنے والی اور خودسر اور باغیانہ مزاج رکھنے والی قوم تھی جس کی وجہ سے اس زمانہ کی متمدن اور طاقتور دو بڑی حکومتیں ایران اور روم بھی ان کو منہ لگانا اور ان کو اپنے ماتحت رکھنا پسند نہیں کرتی تھیں، جب ایسی وحشی صفت قوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مزکی اور مقدّس رسول کا دامن تھاما، آپؐ کی غلامی اختیار کی اور حبل اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا تو ان کی کایا پلٹ گئی۔ وہ وحشی سے انسان اور انسان سے بااخلاق انسان اور بااخلاق سے خدانُما انسان بن گئے۔ پانچ وقت شراب کے نشے میں مخمور رہنے والے پانچ وقت آستانۂ الٰہی پر سجدہ ریز ہونے والے نمازی بن گئے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے آپس میں ایسے بھائی بھائی بن گئے کہ جن کے سامنے خونی رشتے بھی ہیچ ہو گئے۔ اور بکھری ہوئی اور خودسر قوم ایسی متحد ہو گئی جیسے سیسہ پگھلائی ہوئی مضبوط دیوار ہو۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا واحد مقصد اعلائے کلمۃ اللہ قرار دیا اور اس راہ میں انہوں نے اپنی جانیں اور اپنے اموال بے دریغ لُٹا دئے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے نہ تلاطم خیز سمندر اُن کا راستہ روک سکے اور نہ مُہیب صحراء اُن میں پست ہمّتی پیدا کر سکے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام کے عالمگیر، دائمی، صلح وامن اور سچی اور خالص توحید کے علمبردار اور زندگی بخش و خُدا نما پیغام سے تمام معمورۂ عالم کو منوّر کرنے کے لئے یہ جماعت مجسّم عمل بن کر ہر مشکل سے ٹکرا گئی۔

بانی جماعت احمدیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں یکدفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَ حُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَ اَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ"۔ (برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 11-10)

اسی طرح آپ علیہ السلام اپنے ایک عربی شعر میں فرماتے ہیں:

صَادَفْتَھُمْ　قَوْمًا　کَرَوْثٍ　ذِلَّۃً
فَجَعَلْتَھُمْ　کَسَبِیْکَۃِ　الْعِقْیَانِ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے اپنی قوم کو گوبر کی طرح ذلیل حالت میں پایا تھا۔ لیکن اپنی قوت قدسیہ کے ذریعہ انہیں آپؐ نے سونے کی ڈالیوں کی مانند بنادیا۔

پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی اس قوّتِ عمل کا راز یہی تھا کہ وہ خدائے حیّ وقیوم کی ذات پر زندہ ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال تھے۔ اُن کی کامیابی اور کامرانی کا اصل سبب اُن کی اپنی مذہبی، اخلاقی اور روحانی برتری تھی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ انہوں نے حبل اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا ہوا تھا۔

سیّدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک فرانسیسی مورخ لکھتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر آتی ہے کہ ہمیں چند آدمی پھٹے پُرانے کپڑوں میں ملبوس مدینہ کی ایک ٹوٹی پھوٹی مسجد میں جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت پڑی ہوئی تھی اور جو ذرا سی بارش سے بھی ٹپکنے لگ جاتی تھی، آہستہ آہستہ سرگوشیاں کرتے دکھلائی دیتے ہیں اور جب ہم ان کے قریب پہنچ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ آپس میں کیا باتیں کر رہے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپس میں یہ باتیں کر رہے ہیں کہ ہم قیصر وکسریٰ کو کس طرح شکست دیں۔ اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ چند سالوں کے اندر اندر واقعہ میں ایسا ہی ہوگیا اور اُن بے سروسامان اور کمزور درویشوں نے قیصر وکسریٰ کی حکومت کو پاش پاش کردیا۔'' (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 303)

خلافت راشدہ کے دَور میں جب مسلمانوں نے ایران وروم کو فتح کر لیا تو قیصر وکسریٰ خلفاء کرام کا نام سن کر تھرّا جاتے تھے۔ اور ان کے احکام پر بے چون و چرا عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ جوں جوں مسلمان اپنی ان خصوصیات کو ترک کرتے گئے اور حبل اللہ سے اپنا دامن چھڑالیا، ان کے اندر اندرونی اور بیرونی زوال شروع ہوگیا۔ اور خلافتِ راشدہ کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد امتِ مسلمہ میں جو فتنوں کا دَور شروع ہوا۔ اس نے آئندہ پانچ سالوں کی باہمی لڑائیوں اور خوں ریزیوں کے سبب خلافت کی صف لپیٹ دی اور عالم اسلام ایسے انتشار کا شکار ہوا کہ امتِ مسلمہ فرقہ در فرقہ بٹتی چلی گئی۔ اُن کے عقائد ونظریات بھی بدلتے گئے۔ کُفر سازی۔ قتل وغارت گری اور باہمی نفرتوں کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک تھمنے کا نام نہیں لیتا۔ ایسے ہی پُرآشوب دَور کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ:

ترجمہ:۔ ''جب تک اللہ چاہے گا تم میں نبوّت قائم رہے گی پھر اُسے اُٹھالے گا اور بعدہ نبوّت کے طریق پر خلافت (راشدہ) ہوگی۔ جو اللہ کے منشاء تک رہے گی، پھر اسے بھی اللہ اُٹھالے گا۔ پھر سخت گیر بادشاہی ہوگی۔ اُسے بھی اللہ جب تک چاہے گا رکھے گا۔ پھر اُسے بھی اُٹھالے گا۔ پھر جابرانہ سلطنت ہوگی جو منشاء باری تک رہے گی پھر اُسے بھی اُٹھالے گا۔ اور اس کے بعد نبوّت کے طریقہ پر خلافت قائم ہوگی پھر آپؐ چپ ہوگئے۔'' (مسند احمد بن حنبلؒ جلد 5 صفحہ 404)

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتِ محمدیہ میں خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت کے دو اَدوار کی بشارت فرمائی ہے جن کے درمیانی زمانہ میں دنیوی بادشاہت ہوگی۔ چنانچہ پہلے دَور کی خلافت حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ قائم ہوئی اور آنحضور ﷺ ہی کی ایک پیشگوئی کے مطابق کہ ''الخلافة ثلاثون سنة۔'' (مشکوٰۃ صفحہ 436)۔ خلافت تیس سال تک رہے گی، تیس سال کے بعد 40 ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی شہادت کے ساتھ اس خلافتِ راشدہ کا خاتمہ ہوگیا۔ بعد ازاں 41 ہجری سے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھوں بنواُمیّہ کی حکومت قائم ہوئی اور پھر 132 ہجری میں مروان ثانی کے بعد ابو العباس عبداللہ بن سفاح کے ہاتھوں بنو عباس کی حکومت قائم ہوئی جس کا سلسلہ 656 ہجری میں المعتصم باللہ کے عہد پر اختتام پذیر ہوا۔ اس طرح خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوکر ظالم وجابر حکمرانوں کے ایک طویل اور پُراز مصائب دَور سے گزرتی ہوئی اُمّتِ محمدیہ اس آخری زمانہ میں پہنچی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر خاص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر دوبارہ خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت کا سلسلہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد 1908ء سے قائم فرمادیا ہے جس کے سلسلہ میں اپریل 2003ء سے جماعت احمدیہ کے پانچویں خلیفہ سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں۔ اور ہمارا یقین ہے کہ اُمّتِ محمدیہ میں خلافت علیٰ منہاجِ نبوت کا یہ دوسرا دَور دائمی ہے جس کا اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سکوت اور خاموشی سے دیا ہے اور بانی جماعتِ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی تصنیف ''الوصیت'' صفحہ 7 میں اس کے دائمی ہونے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

''سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔''

قرآن مجید کی سورۃ نور کی آیت استخلاف کے وعدۂ الٰہی اور دورِ آخرت میں خلافت علیٰ منہاج نبوّت کے دوبارہ قائم ہونے کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ یہی وہ حبل اللہ اور عظیم نعمت الٰہی ہے۔ جس سے آج کے دور میں اُمّتِ مسلمہ کی وحدت اور شیرازہ بندی وابستہ ہے۔ نظام خلافت کے قیام اور استحکام کے علاوہ کوئی اور دنیاوی تحریک و تدبیر مسلمانوں کی موجودہ پستی اور زبوں حالی اور افتراق وتشتّت کو دور کرنے اور اسلام کی عظمت وغلبہ کو ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ گزشتہ سالہا سال کے تجربوں نے مسلمان مفکّرین اور دانشوروں کو اسی نہج پر سوچنے کو مجبور کردیا ہے جس کا اظہار وہ بارہا کر چکے ہیں۔

چنانچہ مفکّرِ اسلام مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:

''اتنے تفرق اور تشتّت کے باوجود کبھی کسی کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ عراق کا مُنہ کدھر اور شام کا رُخ کس طرف ہے۔ مصر کدھر اور حجاز کدھر، یمن کی منزل کون سی ہے اور لبنان کی کونسی۔ ایک خلافت اسلامیہ آج ہوتی تو اتنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑیوں میں آج مملکتِ اسلامیہ کیوں تقسیم در تقسیم ہوتی ...... تُرک اور

دوسرے مسلم فرمانروا آج تک تنسیخِ خلافت کی سزا بھگت رہے ہیں۔اور خلافت کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی قومیّتوں کا جو افسوں شیطان نے کان میں پھُونک دیا ہے وہ دماغوں سے نہیں نکالتے''۔(صدق جدید لکھنؤ کیم مارچ 1974ء)

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی نے زیرِ عنوان ''پندرھویں صدی میں عالمِ اسلام کے دس نکاتی پروگرام''، میں لکھا کہ:

''اِس وقت عالمِ اسلام خلافت کے اُس ضروری ادارے اور اُس مبارک نظام سے محروم ہے جس کے قیام کے مسلمان مکلّف بنائے گئے تھے۔اور جس کی محرومی کا جرمانہ وہ مختلف شکلوں میں ادا کر رہے ہیں۔''

(اخبار تعمیر حیات لکھنؤ 25 اگست 1988ء)

اہلِ سنّت والجماعت کا پاسبان رسالہ ''جدوجہد'' لاہور ماہ دسمبر 1960ء لکھتا ہے:

''سب سے بڑا ظلم جو مسلمانوں نے اپنی خودغرضی کی بناء پر کیا وہ یہ تھا کہ خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت کا سلسلہ ختم کر کے دم لیا اور اُمّتِ مسلمہ کو بھیڑوں کے ریوڑ کی طرح جنگل میں ہانک دیا کہ جاؤ چرو چگو اور اپنا پیٹ پالو۔صرف خلافت ہی ایسا منصب تھا جو مسلمانوں کو منتشر ہونے کی بجائے ایک مرکز پر جمع رکھتا اور ایک نصب العین مقرر کر کے ان کی تنظیمی قوّت کو محفوظ رکھتا ہے۔''

مُدیرِ ہفت روزہ ''تنظیم اہلِ حدیث'' لاہور لکھتے ہیں:

''اگر زندگی کے ان آخری لمحات میں بھی ایک دفعہ خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت کا نظارہ نصیب ہو گیا تو ہوسکتا ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کی بگڑی سنور جائے اور رُوٹھا ہوا خدا پھر سے مَن جائے اور بھنور میں گھری ہوئی ملّتِ اسلامیہ کی یہ ناؤ شاید کسی طرح اُس کے نرغے سے نکل کر ساحلِ عافیت سے ہمکنار ہو جائے۔ورنہ قیامت میں ہم سب سے خُدا پوچھے گا کہ دنیا میں تم نے ہر ایک کے اقتدار کے لئے زمین ہموار کی۔کیا اسلام کے غلبہ اور قرآن حکیم کے اقتدار کے لئے بھی کچھ کیا!؟''

(ہفت روزہ ''تنظیم اہلِ حدیث'' لاہور 12 دسمبر 1969ء)

''اسلامک دعوہ سنٹر'' امریکہ نے لکھا کہ:

''آج مسلمان ہر طرف سے کافروں کے چنگل میں ہیں۔یوگوسلاویہ میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہو، یا ایتھوپیا اور صومالیہ میں قحط، پاکستان میں قتلِ عام ہو یا کشمیر کے مسائل ...... ہر طرف سے آج کا مسلمان مصیبت میں ہے۔ان سب مسائل کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے اور وہ ہے خلافت کا قیام۔دُنیا بھر کے سب مسلمانوں پر خلافت کا قیام اور پھر اُن پر صرف ایک خلیفہ کا رہنا ایسے فرائض کی طرح ہے جن کو چھوڑ دینا اللہ عزّ وجلّ نے حرام قرار دیا ہے۔یہ فرض ایسا فرض ہے جس سے کسی مسلمان کی پسند یا ناپسند کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اور نہ ہی اس فرض کی تکمیل میں کوئی غفلت، تساہل یا لاپرواہی ہونی چاہیئے۔اللہ تعالیٰ نے خلافت کے فرض کو اتنی اہمیت دی ہے جس کی کوتاہی سے اللہ تعالیٰ انہیں شدید ترین عذاب دے گا۔'' (بحوالہ ندائے خلافت 29 ستمبر تا 12 اکتوبر 1992ء)

سامعینِ کرام! یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمان علماء اور دانشوروں نے صرف خلافت کی تمنا پر ہی اکتفاء نہیں کی بلکہ اس کے لئے کوششیں بھی بے شمار کیں کہ کسی طرح اُمّتِ مسلمہ میں اتحاد پیدا ہو جائے لیکن ناکامی و نامرادی ہی ان کا مقدر بن گئی۔ان کوششوں کے حسرتناک انجام کے بارے میں علّامہ سید سلیمان ندوی اتحادِ اُمّت کے تجربات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کا سیاسی انتشار اب کچھ چھپا راز نہیں۔ہم نے پہلے لیگ بنائی۔پھر خلافت قائم کی۔پھر جمعیت کھڑی کی۔بعد ازاں مسلم کانفرنس کو پیدا کیا۔پھر جماعت احرار میدان میں آئی۔ان میں سے ہر ایک کو مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی کا دعویٰ ہے اور ہر ایک پوری قوم کی زبان ناطق بننے کی مدّعی۔ایسی حالت میں مسلمانوں کا کوئی پروگرام اب تک نہ قابلِ عمل ہو سکا ہے اور نہ آئندہ ہو گا۔اس سے پہلے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی دعوت دی جائے، ضرورت ہے کہ ان انجمنوں کی شکست وریخت کی جائے۔ان میں سے بعض کو دفن کر دیا جائے اور بعضوں کے مقاصد بدل دئے جائیں اور صرف ایک انجمن قائم رکھی جائے''۔

(رسالہ معارف ستمبر 1993ء)

پس امرِ واقعہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مسلمانوں کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق کا مصداق بن جائیں تو اُن سے اتحادِ اُمّت کی توقع کرنا ایک امرِ محال ہے۔کیونکہ دلوں کو جوڑنا۔اُن میں باہمی اُلفت و محبت پیدا کرنا اور پھر پوری اُمّت میں وحدت اور اتحاد پیدا کرنا خدا تعالیٰ کے مامُور و مُرسَل ہی کیا کرتے ہیں:

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

اور اسی کے لئے خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر خلیفۃ المہدی مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا اور اس خاتم الخلفاء کو یہ حکم دیا کہ:''اِجْمَعُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لِيَجْتَمِعُوْا عَلٰى دِيْنٍ وَاحِدٍ۔'' (تذکرہ صفحہ 490) یعنی سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو علیٰ دینِ واحدِ (دین واحد پر) اور آپ کو یہ دعا بھی سکھائی رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔اے اللہ اُمّتِ محمدیہ کی اصلاح فرما دے۔(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ 266)۔آپؑ کا یہ الہام بھی ہے:

چوں دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

یعنی جب فارسی الاصل بادشاہ کا دور شروع ہو گا تو نام نہاد مسلمانوں کو از سرِ نو مسلمان کیا جائے گا۔(تذکرہ صفحہ 514)

چنانچہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس تعلق سے فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔کیا یورپ اور کیا ایشیا، اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔'' (الوصیۃ)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:

''اس زمانہ کا حصن حصین مَیں ہوں۔جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اُس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔'' (فتح اسلام صفحہ 34)

اور فرمایا: ''خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا، بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔'' (تذکرہ صفحہ 302)

پس حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء ہی اس زمانہ میں وہ حبل اللہ ہیں جس سے آنکھیں موند کر مسلمان مفکّرین حسرت سے آہیں بھر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کا مقدر سوائے محرومی اور ناکامی کے اَور کچھ نہیں ہوسکتا۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ خلافت جو اتحاد قائم کرتی ہے۔ وہ خلافت جس سے تمکنتِ دین وابستہ ہے۔ وہ خلافت جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اسلام کے عالم گیر غلبہ کی ضامن ہے وہ انسان کے ہاتھ سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ سے قائم ہوتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ نے خلافتِ احمدیہ کی صورت میں جاری کردی ہے جس کے پیچھے رہ کر ہی موجودہ زمانے کی دجالی سازشوں اور فتنوں سے بچا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ آج مسلمانوں کے لئے اور کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ امتِ مسلمہ کے 72 فرقے اپنے اندرونی شدید اختلافات اور فتاویٰ کفر کے باوجود اگر کبھی ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوتے ہیں تو وہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ۔ یا قادیانیت کے نام پر ہی اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی یہ فعلی شہادت اس بات کا اشارہ کر رہی ہے کہ چاہے منفی رنگ میں ہی سہی اگر یہ 72 فرقے کبھی متحد ہوسکتے ہیں تو صرف جماعت احمدیہ کے نام پر ہی متحد ہوسکیں گے۔ تو پھر اے مسلمان بھائیو! کیوں آپ لوگ مستقل طور پر اس زمانہ کے امام کو مان کر اپنے اندر ایک مستقل اور دائمی وحدت پیدا نہیں کر لیتے جو آپ کی بقا کی ضامن اور دکھوں کا مداوا ہے۔ آپ کی فرقہ بندیوں کا اختتام اور باہمی اُلفت و محبت اور اخوت کا آغاز ہے۔ جس سے آپ کو آج کے دور میں بھی اسلام کے دورِ اوّل جیسی عظمت اور شان حاصل ہوسکتی ہے۔ جب تک آپ لوگ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھام نہیں لیتے تب تک فتح و نصرت اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونا آپ کے لئے ناممکن اور باعثِ حسرت ہی رہے گا۔

آج اگر جماعت احمدیہ مخالفین کی حد درجہ مخالفت اور سینکڑوں افرادِ جماعت کی شہادتوں اور قربانیوں کے باوجود منزل بہ منزل ترقی کرتی چلی جارہی ہے اور یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کے مصداق احمدیت کی کھیتی سرسبزی و شادابی سے لہرا لہرا کر مخالفین کے سینے پر مونگ دل رہی ہے تو اس کا راز خلافتِ احمدیہ کے حبل اللہ کو مضبوطی سے تھام لینے میں پنہاں ہے۔ بفضلہ تعالیٰ آج تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام عالمگیر طور پر کسی جماعت کو کرنے کی توفیق مل رہی ہے تو وہ اسی حبل اللہ کے سہارے سے ہے۔ مسلمان علماء کا کام تو آج صرف کُفر سازی اور اسلام سے خارج کرنا ہی رہ گیا ہے۔ جبکہ شیر خدا سیّدنا و امامنا مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو برطانیہ اور جرمنی کی پارلیمنٹ میں اور امریکہ کی سینٹ میں اسلام کی امن بخش اور حسین رواداری کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے حسین پہلوؤں کو اُجاگر کر کے اسلام سے متعلق غلط فہمیوں کو دُور کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اور امریکہ، اسرائیل اور ایران جیسے بڑے بڑے ممالک کے سربراہانِ مملکت کو امن کا پیغام ارسال کر کے تیسری عالمگیر جنگ سے بچنے کی تلقین آپ فرمار ہے ہیں۔ اور آپ کی قیادت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج دُنیا کے 202 سے زائد ممالک میں جماعتِ احمدیہ کے مضبوط مشن قائم ہیں۔ اور قرآنِ مجید کے 70 سے زائد زبانوں میں تراجم کروا کر مشرق و مغرب کی غیر مسلم اقوام تک اسلام کی حسین، روح پرور، امن بخش اور رواداری کی تعلیمات پہنچا رہے ہیں۔ اور ہیومینٹی فرسٹ کے تحت دُنیا کے ہر ملک میں دُکھی انسانیت کی خدمت کا حق ادا کر رہے ہیں۔

اب میں خلفائے احمدیت کے چند ایمان افروز اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو ایک طرف احمدیوں کیلئے زرّیں نصائح سے پُر اور اُنہیں اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں، تو دوسری طرف دیگر مسلمانانِ عالم کو اس حبل اللہ کے فیض و برکات سے مستفیض ہونے کی طرف راہنمائی کا باعث ہیں۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

''میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حبل اللہ کے ساتھ ہو۔ قرآن تمہارا دستورِ عمل ہو۔ باہم کوئی تنازع نہ ہو۔ کیونکہ تنازع فیضانِ الٰہی کو روکتا ہے ...... چاہئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میّت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مُردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔ استغفار کثرت سے کرو اور دُعاؤں میں لگے رہو۔ وحدت کو ہاتھ سے نہ دو۔ دوسرے کے ساتھ نیکی اور خوش معاملگی میں کوتاہی نہ کرو۔ تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آسکتا۔ پس اس نعمت کا شُکر کرو۔ کیونکہ شُکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے''۔ (خطباتِ نور صفحہ 131)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اس بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ خلافت حبل اللہ ہے اور ایسی رسّی ہے کہ اس کو پکڑ کر تم ترقی کر سکتے ہو۔ اِس کو جو چھوڑ دے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔''

(درس القرآن فرمودہ یکم مارچ 1912ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:

''ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اُس کے شکر گذار بندے بن کے اپنی زندگیوں کے دن گذاریں۔ اور جماعت کے اندر اتحاد اور اتفاق کو ہمیشہ قائم رکھیں۔ اور اس حقیقت کو نظر انداز نہ کریں کہ سب بزرگیاں اور ساری ولایت خلافتِ راشدہ کے پاؤں کے نیچے ہیں۔'' (تعمیر بیت اللہ کے 23 عظیم الشان مقاصد صفحہ 116)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

''پس یاد رکھیں کہ آپ کی وحدت خلافت سے وابستہ ہے۔ اور اُمّتِ واحدہ بنانے کا کام خلافتِ احمدیہ کے سپرد ہے اَور کسی کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ میں خدا کی قسم کھا کر اِس مسجد میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو اُمّتِ واحدہ بنانے کا کام خدا تعالیٰ نے اس دَور میں خلافتِ احمدیہ کے سپرد کر دیا ہے۔ جو اس سے تعلق کاٹے گا وہ اُمّتِ واحدہ سے اپنا تعلق کاٹے گا اور اس کی کوئی کوشش خواہ نیکی کے نام پر ہی ہو کبھی کامیاب نہیں ہوگی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 جولائی 1993ء بمقام مسجد فضل لندن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''واضح ہو کہ اب اللہ کی رسّی حضرت مسیح موعودؑ کا وجود ہی ہے۔ آپؑ کی تعلیم پر عمل کرنا ہے۔ اور پھر خلافت سے چمٹے رہنا بھی تمہیں مضبوط کرتا چلا جائے گا۔ خلافت تمہاری اکائی ہوگی۔ اور خلافت تمہاری مضبوطی ہوگی۔ خلافت تمہیں حضرت مسیح موعودؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے جوڑنے والی ہوگی۔ پس اس رسّی کو بھی مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ ورنہ جو نہیں پکڑے گا وہ بکھر جائے گا۔ نہ صرف خود برباد ہوگا بلکہ اپنی نسلوں کی بربادی کے سامان بھی کر رہا ہوگا..... آج ہر احمدی کو حبل اللہ کا صحیح ادراک اور فہم حاصل کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ صحابہ کی طرح قربانیوں کے معیار قائم کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔ قرآن کریم کے تمام حکموں پر عمل کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔ اگر فردِ جماعت اس گہرائی میں جا کر حبل اللہ کے مضمون کو سمجھنے لگے تو وہ حقیقت میں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے ایک جنّت نظیر معاشرہ کی بنیاد ڈال رہا ہوگا۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 اگست 2005ء)

آخر میں مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پیغام کا وہ اقتباس پیش کرتا ہوں جو حضور پُرنُور نے صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی نمبر جماعت احمدیہ بھارت کے لئے ارسال فرمایا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

''پس اے مسیحِ محمدی کے ماننے والو! اے وہ لوگو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے اور آپؑ کے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔ اُٹھو اور خلافتِ احمدیہ کی مضبوطی کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہو تا کہ مسیح محمدی اپنے آقا و مطاع کے جس پیغام کو لے کر دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا، اُس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے دُنیا کے کونے کونے میں پھیلا دو۔ دُنیا کے ہر فرد تک یہ پیغام پہنچا دو کہ تمہاری بقا خدائے واحد و یگانہ سے تعلق جوڑنے میں ہے۔ دُنیا کا امن اس مہدی و مسیح کی جماعت سے منسلک ہونے سے وابستہ ہے۔ کیونکہ امن و سلامتی کی حقیقی اسلامی تعلیم کا یہی علمبردار ہے جس کی کوئی مثال روئے زمین پر نہیں پائی جاتی۔ آج اس مسیح محمدی کے مشن کو دُنیا میں قائم کرنے اور وحدت کی لڑی میں پروئے جانے کا حل صرف اور صرف خلافتِ احمدیہ سے جُڑے رہنے سے وابستہ ہے۔ اور اِسی سے خدا والوں نے دُنیا میں ایک انقلاب لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو مضبوطیٔ ایمان کے ساتھ اس خوبصورت حقیقت کو دُنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔''

بقیہ از صفحہ 16:

حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیتِ دعا

کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ ''اچھا تم اپنی گورنمنٹ کو خوش کرلو''۔

خدا جانے کس درد سے آپ کے دل سے یہ کلمہ نکلا کہ بقول مولانا روم ؎

تا دلِ مردِ خدا نآید بدرد
ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

براہین احمدیہ کی جلد 1884ء میں شائع ہوئی اور 19 اکتوبر 1885ء کو نواب صدیق حسن خان صاحب کے تمام خطابات ضبط کر لئے گئے۔

غرض اس وقت سے نواب صاحب کے مصائب کا آغاز ہوا۔ درباری سازشیں، شماتت اعداء، خودولیٔ عہد نواب سلطان جہاں بیگم (والدہ نواب سر حمید اللہ خانصاحب مرحوم) کی مخالفت۔ جب چاروں طرف سے مایوسی اور ناکامی نے آن گھیرا۔ تو نواب صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کے ایک پرانے ملنے والے حافظ محمد یوسف صاحب امرتسری ضلعدار نہر (جو کہ خود نواب صاحب کی طرح اہلحدیث تھے) کو قادیان بھجوایا اور معافی کی درخواست کی۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے بھی نواب صاحب کی سفارش کی اور دعا کے لئے عرض کیا۔ پہلے تو حضرت نے انکار فرمایا مگر حافظ صاحب پر حضور بڑے مہربان تھے اس لئے انہوں نے بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور بار بار عرض کرتے رہے۔ آخر حضورؑ نے دعا کا وعدہ فرمایا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں اس وقت تک قادیان سے نہ ہلا۔ جب تک کہ دعا نہ کرالی۔ آخر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ ''میں نے دعا کی ہے نواب صاحب کو چاہیے کہ خود بھی توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے وہ رحم فرمائے گا اور وہ حکومت کے اخذ سے بچ جائیں گے''۔

اس کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے نواب صاحب کی طرف سے کتاب ''براہین احمدیہ'' کی خریداری کی درخواست کی۔ مگر حضرت نے منظور نہ فرمایا۔ حافظ صاحب نے ہر چند عرض کیا مگر حضور راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ ''میں نے رحم کر کے دعا کر دی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ میرا یہ فعل شفقت کا نتیجہ ہے۔ ایسے شخص کو جس نے اس کتاب کو اس حالت کے ساتھ واپس کیا اب کسی قیمت پر بھی دینا نہیں چاہتا۔ یہ میری غیرت اور ایمان کے خلاف ہے۔ ان لوگوں کو جو تحریک کی تھی تو خدا تعالیٰ کے مخفی امور کے ماتحت اور ان پر رحم کر کے کی تھی کہ یہ لوگ دین سے غافل ہوتے ہیں۔ براہین کی اشاعت میں اعانت کر کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور خدا تعالیٰ انہیں کسی اور نیکی کی توفیق دے۔ ورنہ میں نے تو ان لوگوں کو کبھی امید گاہ نہیں بنایا۔ ہماری امید گاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور وہی کافی ہے''۔ (مجدد اعظم صفحہ 103)

بہرحال گورنمنٹ آف انڈیا نے ملکہ بھوپال کی منت سماجت پر بالآخر نواب صدیق حسن صاحب پر سے تمام پابندیاں اٹھالیں اور تمام خطابات واپس دینے کے احکام جاری کر دیئے مگر احکام کے بھوپال پہنچنے سے قبل نواب صاحب موصوف بقضائے الٰہی 20 فروری 1890ء کو مرض استسقاء سے فوت ہو چکے تھے۔

نواب صاحب کی وفات کے بعد 12 اگست 1890ء کو لارڈ لینڈون وائسرائے نے حکم دیا کہ مولوی صدیق حسن خان صاحب کو مرحوم نواب صاحب لکھنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

بیوی سے حسن سلوک کا عملی نمونہ

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ (اماں جان) اپنی شادی کے بعد کے ابتدائی ایام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ

"جب میں پہلے پہل دلی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گڑ کے میٹھے چاول پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بہت شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا، تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا، سووہ بالکل راب سی بن گئی ......ادھر کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں حضرت صاحب آ گئے، میرے چہرے کو دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپؑ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے۔ پھر فرمایا: نہیں یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مذاق کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گڑ والے ہی تو مجھے پسندیدہ ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے۔..... حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کہیں کہ میرا دل بھی خوش ہو گیا"۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں"۔

ایک بار حضورؑ کی مجلس میں ایک دوست کی اپنے گھر میں درشت مزاجی کا ذکر ہوا تو حضورؑ نے فرمایا:

"ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے......میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بااین ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ مونہہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع وخضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے"۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں ایک سیڑھی کی جگہ تبدیل کرنے کی ضرورت پڑی۔ نئی جگہ پر سیڑھی رکھنے کے حضرت مولوی محمد احسن صاحب مخالف تھے اور کہتے تھے کہ میرے حجرہ کو اندھیرا ہو جائے گا جبکہ حضرت اماں جانؓ کا حکم تھا کہ سیڑھی وہاں ہی رکھی جاوے۔ چونکہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ یہ انتظام کر رہے تھے اس لئے ان کو اس سلسلہ میں بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ ایک روز اُن کی مولوی صاحبؓ سے تکرار ہو رہی تھی کہ حضور علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور پوچھا کیا ہے؟ میر صاحب نے کہا کہ مجھ کو اندر سیدانی (یعنی حضرت اماں جان) آرام نہیں لینے دیتی اور باہر سید سے پالا پڑ گیا ہے، نہ یہ مانتے ہیں نہ وہ مانتی ہیں، مَیں کیا کروں؟ حضور علیہ السلام نے مسکرا کر مولوی صاحب سے فرمایا: آپ کیوں جھگڑتے ہیں میر صاحب کو جو حکم دیا گیا ہے ان کو کرنے دیجئے، روشنی کا انتظام کر دیا جاوے گا، آپ کو تکلیف نہیں ہو گی۔

غرض کبھی اور کوئی موقع ایسا نہیں آیا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت اماں جانؓ کی دلشکنی کی ہو۔

مجلس انصاراللہ برطانیہ کی شجرکاری مہم

درختوں اور پودوں کی اہمیت مسلّم ہے۔ جہاں یہ انسانی بہبود کے لئے نہایت ضروری ہیں وہاں ماحولیات کی بہتری کے لئے بھی ان کا وجود ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں بھی زیادہ سے زیادہ درخت لگانے اور ان کی حفاظت کرنے کی تلقین کی گئی ہے جبکہ جنگ کی حالت میں بھی درختوں کے کاٹنے اور ان کے ضیاع سے منع کیا گیا ہے۔

مجلس انصاراللہ برطانیہ نے Sandridge کے علاقہ میں شجرکاری کے ایک منفرد پروگرام کا انعقاد 16 مارچ 2013ء کو کیا تھا کیا جس کو ہر طبقۂ فکر کی طرف سے بیحد سراہا گیا تھا۔ اس پروگرام میں دوصد افراد نے 345 ہیکٹرز زمین پر دس ہزار پودے لگائے تھے۔ ایسا ہی ایک اور پروگرام 30 نومبر 2013ء کو منعقد کیا گیا جب (Heartwood Forest (St. Albans کے جنگل میں Woodland Trust کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مجلس انصاراللہ کے 221 رضا کاروں نے قریباً 700 ہیکٹرز کے علاقہ میں پودے لگائے اور اس طرح انگلینڈ میں سب سے بڑے قدرتی جنگل کی تیاری میں قابل قدر کردار ادا کیا۔ برطانیہ یورپ کا سب سے کم قدرتی جنگلات کا حامل ملک ہے جس کا صرف چالیس فیصد رقبہ قدرتی جنگلات کا حامل ہے۔ چنانچہ انگلینڈ کے سب سے بڑے قدرتی جنگل کی تخلیق کوئی آسان مرحلہ نہیں ہے کیونکہ اس میں کُل چھ لاکھ درخت لگائے جانے کا پروگرام ہے۔

مکرم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ اور نیشنل مجلس عاملہ کے قریباً تمام ممبران اس وقارعمل میں حصہ لینے کے لئے وہاں موجود تھے۔ وقارعمل میں حصہ لینے والے رضا کاروں کا تعلق برطانیہ کے سات ریجنز کی 55 مجالس سے تھا۔

Heartwood Forest کے 17 کارکنان نے سب سے پہلے چالیس انصار کو پودے لگانے کی تربیت دی جس کے بعد تربیت یافتہ انصار نے دیگر انصار کی راہنمائی کی۔ اس موقعہ پر شعبہ ایثار کی طرف سے ضیافت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا اور چائے کا سٹال ہمہ وقت جاری رہا۔ ضیافت ٹیم کی کارکردگی کو مہمانوں نے بھی خاص طور پر سراہا۔

اس پروگرام کے کوآرڈینیٹر مکرم منصور کاہلوں صاحب نائب صدر مجلس انصاراللہ یوکے تھے۔ انہوں نے Woodland Trust کے افسران کے تعاون پر اُن کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مجلس انصاراللہ کے تحت کئی دیگر منصوبے بھی جاری ہیں جن میں بے گھر افراد میں خوراک کی تقسیم اور چیریٹی واکس کے ذریعہ مختلف ضرورتمند اداروں کی مدد کرنا شامل ہیں۔ ان واکس کے ذریعہ گزشتہ صرف پانچ سال میں ایک ملین پاؤنڈ سے زیادہ رقم اکٹھی کر کے پیش کی جا چکی ہے۔

قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کارگزاری کے عمدہ نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین

(رپورٹ: ناصر پاشا)

اَنصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

''حرفِ عاجزانہ''

مکرم رانا مبارک احمد صاحب کا اسم گرامی (لاہور پاکستان میں) جماعتی خدمات کے حوالہ سے کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اگرچہ پیشہ کے اعتبار سے آپ ایک انجینئر ہیں لیکن سلسلہ احمدیہ کے اخبارات و رسائل میں آپ کے افکار تسلسل سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ قبل ازیں آپ کی ایک کتاب ''یادیں اور قربتیں'' کے عنوان سے منظر عام پر آچکی ہے۔ اور گزشتہ سال 2012ء میں ایک دوسری کتاب ''حرفِ عاجزانہ'' کے نام سے طبع ہوئی ہے جو کہ آج ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ کتاب دراصل اُن مختصر مضامین کا مجموعہ ہے جو آنمحترم نے مختلف اخبارات و رسائل کو ارسال کئے اور وہ اُن جرائد میں شاملِ اشاعت بھی کئے گئے۔

A5 سائز کے 236 صفحات پر مشتمل یہ کتاب سادہ مگر رنگین سرورق کے ساتھ، غیرمجلّد شائع کی گئی ہے۔ کتاب کا انتساب حضرت امیرالمومنین خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے نام ہے اور مصنف ابتدائی کلمات میں رقمطراز ہیں کہ اُن کی پہلی کتاب پر پہلا تبصرہ بھی حضورانور ایدہ اللہ نے اپنے خط کے ذریعہ فرمایا تھا جس میں رقم فرمایا تھا:

''......آپ کی کتاب یادیں اور قربتیں بھی مل گئی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اور مَیں تقریباً ساری کتاب میں سے گزر گیا ہوں۔ مضمون تو آپ ویسے بھی اچھے لکھتے ہیں۔ اچھا ہوگیا کہ اب تک کے سب مضامین جمع ہوگئے۔ ان یادوں میں پڑھنے والوں کے لئے سبق اور اللہ پر یقین اور اس کے فضل کے واقعات بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و فضل میں مزید جلاء بخشے اور تمام نیک تمنائیں پوری فرمائے۔''

''حرفِ عاجزانہ'' خلفائے سلسلہ کی قبولیت دعا اور شفقتوں کے واقعات، بعض بزرگوں اور خدام سلسلہ کی سیرت کے حالات، بعض سفرناموں کے ذکر اور متعدد متفرق مگر دلچسپ اور معلوماتی مضامین پر مشتمل ہے۔ تاہم اس امر کے بیان کرنے میں ہمیں حجاب نہیں ہے کہ طباعت سے قبل اس کتاب میں شامل مواد کی پروف ریڈنگ کا معیار مزید بہتر کیا جانا چاہئے تھا کیونکہ املاء کی اغلاط تو کسی بھی شستہ اور جاندار تحریر کو مجروح کردیتی ہیں۔ البتہ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ مکرم رانا صاحب موصوف کی تحریر سادگی اور سلاست کا بے باک اظہار ہے، ہر قسم کے تصنع اور بناوٹ سے پاک ہے۔ نیز دین کی محبت اور مخلوق کی خدمت کے جذبہ سے سرشار نظر آتی ہے۔ نہ صرف تربیت کے مختلف پہلوؤں پر آپ کی نظر ہے بلکہ یہ بھی آپ کا حسن نظر ہے کہ آپ ہر چیز میں مثبت پہلو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ سے بالمشافہ ملنے پر بھی درحقیقت یہی احساس پیدا ہوتا ہے۔ گویا آپ کی تحریر بھی آپ کی شخصیت کا ہی پرتو ہے۔

اس کتاب میں بہت سی تصاویر بھی شامل اشاعت کی گئی ہیں جن کی مدد سے اُن افراد کا تعارف حاصل کرنے میں آسانی ہوتی ہے جن کا ذکرِخیر اس کتاب کی زینت بنایا گیا ہے۔

اس کتاب میں ''خلافت احمدیہ کی دعاؤں کی قبولیت'' کے حوالہ سے شامل کئے جانے والے ایک باب میں درج ایک واقعہ نمونہ کے طور پر ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے جس سے قارئین کو کتاب کا مزاج سمجھنے میں آسانی رہے گی۔ مکرم رانا صاحب رقمطراز ہیں کہ:

''16 مئی 2009ء کو خاکسار کا بیٹا عطاء النور سیڑھیوں سے گرا اور دیوار کے ساتھ ٹکرا گیا جس سے بے تحاشا خون بہہ نکلا۔ فوری طور پر جنرل ہسپتال ایمرجنسی اپریشن روم میں پہنچادیا اور اُسی رات تین گھنٹے کا آپریشن کیا گیا۔ شدید خطرہ کی حالت تھی اور صرف 10 فیصد بچنے کے چانسز تھے۔ حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو بذریعہ فیکس دعا کی درخواست کی تو حضور کی طرف سے جواب آیا: اللہ فضل فرمائے۔

اپنے بیٹے کو حسب ذیل ہومیوپیتھی کا نسخہ بھی استعمال کروائیں اللہ آپ کے بیٹے کو کامل و عاجل شفا عطا فرمائے اور صحت والی زندگی سے نوازے۔

نسخہ یہ تھا: آرنیکا اور نیٹرم سلف۔ (روزانہ ایک خوراک چار دن۔ اس کے بعد ہفتہ کے وقفہ سے دوخوراکیں)۔

پھر سب ڈاکٹر حیران تھے اور اس آپریشن کی کامیابی پر مبارکباد دے رہے تھے۔ بعد میں خون کا پریشر دماغ کے دوسری طرف چلا گیا اور 21 مئی کو دوبارہ آپریشن کرنا پڑا۔ اس میں کامیابی کا چانس اور بھی کم تھا۔ چنانچہ حضور کو پھر درخواستِ دعا کی۔ جس کا جواب ملا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوسرا آپریشن بھی کامیاب رہا۔ پھر 29 مئی کو تیسرے آپریشن کی ضرورت پڑی کیونکہ دماغ کے اوپر والے حصے میں پیپ پڑ گئی تھی۔ یہ آپریشن بہت خطرناک تھا اور ڈاکٹر کامیابی پر پوری طرح مطمئن نہیں تھے۔ حضورانور کی خدمت میں درخواست دعا کی تو حضور نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ معجزانہ طور پر شفا اور صحت دے اور عزیز کو عمردراز بخشے۔ آخر ڈاکٹروں نے آپریشن کرکے پیپ صاف کردی اور ڈیڑھ انچ مربع ہڈی بھی نکال دی۔ ڈاکٹر خود بھی اس تیسرے آپریشن کی کامیابی پر بڑے حیران تھے اور کہتے تھے کہ یہ تو صرف دعا کا ہی اعجاز ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیٹا ہسپتال سے ڈسچارج ہوکر 16 جون کو گھر آگیا''۔

اس وقت دنیا میں کئی کروڑ احمدی ہیں اور بہت سے دن رات اس جماعت میں شامل ہورہے ہیں لیکن ہر احمدی کے لئے خلیفہ وقت کی دعائیں معجزہ دکھاتی ہیں اور بلاشبہ مذکورہ بالا واقعہ ایسے لاکھوں واقعات میں سے صرف ایک ہے۔

اپنے محدود کالم کے باعث ذیل میں محض چند ایسے عناوین بیان کئے جارہے ہیں جن سے قارئین کو اس کتاب میں شامل بعض دلچسپ مضامین کا اندازہ ہوسکے گا اور دیگر موضوعات کے علاوہ اِن عناوین میں آپ کی دلچسپی بھی آپ کو مجبور کردے گی کہ آپ یہ کتاب حاصل کرکے اس کا مطالعہ کریں۔ مثلاً:

☆......دہشت گردی سے بچنے کیلئے احتیاطی تدابیر۔
☆......ایمبولینس اور ریسکیو ٹیم۔
☆......تجارت کے اصول اور ایک احمدی تاجر۔

☆......مچھلی اور دل کا علاج۔☆......غصہ حرام ہے۔
☆......شہد اور دارچینی۔☆......دانتوں کی خرابی۔
☆......زیتون اور اس کا تیل۔☆......نیند۔
☆......کیلا اور بلڈ پریشر۔☆......بچے کی شخصیت۔
☆......موٹاپے سے نجات۔☆......شہد کی مکھی۔
☆......فکر و غم کا انسانی صحت پر اثر۔
☆......سیب کے چھلکے کا استعمال۔
☆......ورزش اور دفاعی نظام۔......وغیرہ

دلچسپ اور مفید مضامین کی یہ فہرست کہیں زیادہ طویل ہوسکتی تھی لیکن تشنگی کا ایک پہلو اپنے قارئین کی نذر کرتے ہوئے ہم مکرم رانا مبارک احمد صاحب کے حق میں اسی دعا پر اکتفاء کرتے ہیں کہ

"اللہ کرے زور قلم اور زیادہ"

......☆☆......☆☆......☆☆

"یادوں کے جگنو"

مجھے اکثر یہ احساس ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہر زبان میں (اور بلاشبہ ہر زمانہ میں بھی) شاعری (جیسی نازک اور لطیف ادبی صنف) میں صنف نازک کی اجارہ داری صنف کثیف (......!) نے کبھی قائم ہی نہیں ہونے دی۔ چنانچہ اسی صورتحال کے پیش نظر جب کسی خاتون کے قلم سے نکلے ہوئے اشعار نظر سے گزرتے ہیں تو یہ امر اس پہلو سے خوشی کا باعث ہوتا ہے کہ ادب کی اس نازک شاخ میں طبع نازک بھی طبع آزمائی کی کامیاب سعی کرنے کے تجربات سے گزر رہی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ "یادوں کے جگنو" کا مطالعہ بھی ایک ایسی ہی خوشگوار حیرت اور مسرت کا باعث بنا۔ اور زمین کے ایک کنارہ (ناروے) میں بسنے والی نبیلہ رفیق کا نام شعر و ادب کی دنیا میں (بعض حوالوں سے) ایک منفرد اضافہ نظر آیا۔

یہ کتاب جس کا انتساب موصوفہ نے اپنے مرحوم شوہر جناب رفیق فوزی کے نام کیا ہے، A5 سائز کے ڈیڑھ صد صفحات پر مشتمل ہے اور ظاہری طور پر بھی خوبصورتی کا ایک مرقع ہے۔ اس کی خطاطی، کاغذ اور طباعت کا معیار بہت اعلیٰ ہے۔ اگرچہ اس مجلّد کتاب کے رنگین سرورق میں تو نسوانیت کی جھلک نمایاں ہے ہی لیکن کلام کا بہت سا حصہ بھی صنف نازک کے ایسے ہی نازک جذبات کو عیاں کر رہا ہے جو شاعری کے اسرار سے الجھنے والوں کے لئے ہی مخصوص ہیں۔ اگرچہ کتاب کے آغاز میں شاعرہ نے فراخ دلی سے اعتراف کیا ہے کہ اِس میدان میں اُن کا سفر گنتی کے چند سالوں سے زیادہ پرانا نہیں ہے تاہم اس اعتراف کے بعد جب ہم اُن کے رشحات قلم پر نظر ڈالتے ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ جتنا بھی لکھا ہے، اچھا لکھا ہے اور امید ہے کہ یہ سفر اب زیادہ سرعت اور رفعت کے ساتھ جاری رہے گا۔

"یادوں کے جگنو" میں نظموں اور غزلوں کی کُل تعداد 60 ہے جن میں شامل ایک طویل نظم "شور" دل کے تاروں پر مضراب کا سا اثر رکھتی ہے۔ شاعر یا شاعرہ کا اصل تعارف چونکہ اُس کا کلام ہی ہوتا ہے اس لئے اس کتاب میں سے چند اشعار نمونۃً ہدیۂ قارئین ہیں:

خدایا مجھے اپنی بانہوں میں لے لے
محبت کی گہری گھٹاؤں میں لے لے
مرض لاشفا ہے میری معصیت کا
تُو شافی ہے اپنی شفاؤں میں لے لے

......

تُو وہ کے ڈال دیتا ہے جھولی میں سب کی خیر
میری طرف بھی ڈال لے رحمت کی اِک نظر
دھندلا گیا ہے آئینہ میرے نصیب کا
اُمڈا ہوا طوفان ہے رستہ ہے پُرخطر
اپنے کرم سے بخش دے تُو عافیت کا دَر
رستہ نہ بھول جاؤں مَیں پُرپیچ ہے سفر

......

تُو فلک کا سرِّ مبین ہے تُو طلسم دونوں جہان کا
جو بھی عرش پاک سے مَے ملی وہی جام جام لٹا دیا
تیری نوکری میں ہے سروری تیری چاکری میں سرور ہے
ترے سحر خیز وجود نے مرا روم روم جگا دیا

......

یونہی سروری ہاتھ آئی نہیں تھی
دیوں کو لہو سے جلانا پڑا تھا
طنابیں کلیسا کی ٹوٹی نہ ہوتیں
زمیں پر فلک کو جھکانا پڑا تھا
صدائے اذاں قُرطبہ نے سُنی پر
ملّاحوں کو بیڑا جلانا پڑا تھا
یونہی محفلِ عید سجتی نہیں ہے
پسر کو زمیں پر لٹانا پڑا تھا

......

انگور چڑھا نہ کیکر پر
ہر شاخ وہاں دو دھاری تھی
کہنے کو بہت کچھ تھا دل میں
پر بات لبوں پر بھاری تھی

......

کبھی خود سے نظریں ملا کر تو دیکھو
قرض اُلفتوں کا چُکا کر تو دیکھو
حقائق نظر میں اُلجھ سے گئے ہیں
نگاہوں کی مستی ہٹا کر تو دیکھو

......

سوکھی فصلوں پہ لرزہ طاری ہے
لوگ کہتے ہیں لہلہاتی ہیں

......

آتشِ عشق جلی ہے اسے مدھم کردو
اپنے حرفوں سے مرے سوز کو کچھ کم کردو
یہ نہ کہنا کہ ترے پاس نہیں میری دوا
بس برستے ہوئے آؤ مجھے پُرنم کردو
گر تُو سمجھے کہ یہ فریاد نہیں دھوکہ ہے
آزمانے چلے آؤ مجھے نادم کردو

......☆☆......☆☆......☆☆......

نوٹ:

۞......اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف "انصار ڈائجسٹ" کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:

079-47 408 144

۞......بعض انصار بھائی "انصار ڈائجسٹ" میں اشاعت کے لئے اپنی زندگی کے مختلف واقعات ارسال کرتے ہیں جن کا تعلق دعوت الی اللہ یا دیگر شعبہ جات میں خدمات سے ہوتا ہے۔ ان سے درخواست ہے کہ ایسے واقعات اپنے زعیم حلقہ کے توسط سے مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ یوکے کو ارسال فرمایا کریں۔

۞......ایسے انصار بھائی جو خلفاء سلسلہ یا دیگر بزرگوں کے ساتھ اپنی یادوں کے حوالہ سے واقعات تحریر کرتے ہیں اُن سے درخواست ہے کہ ایسے واقعات قلمبند کرتے ہوئے دو امور کا ضرور خیال رکھا کریں۔ اوّل یہ کہ واقعہ میں سیرت کے پہلو کو نمایاں کیا جائے۔ دوم ایسے امور کو نمایاں کیا جائے جن کا تعلق انسانی ہمدردی اور باہمی تعلقات سے ہو۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ کسی واقعہ کا محض واقعہ کے طور پر بیان اُسے قابلِ اشاعت نہیں بنا سکتا۔ (مدیر)